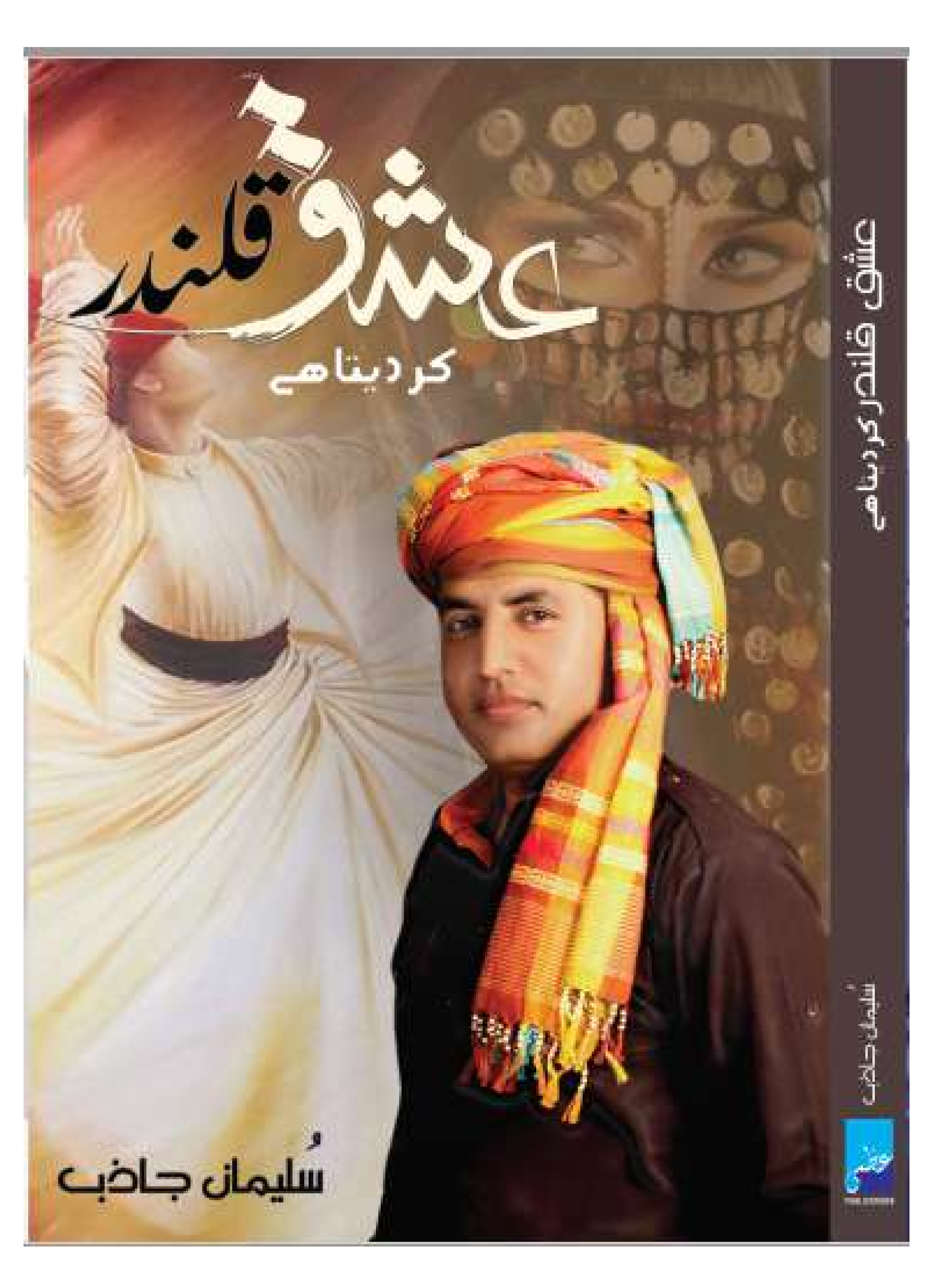
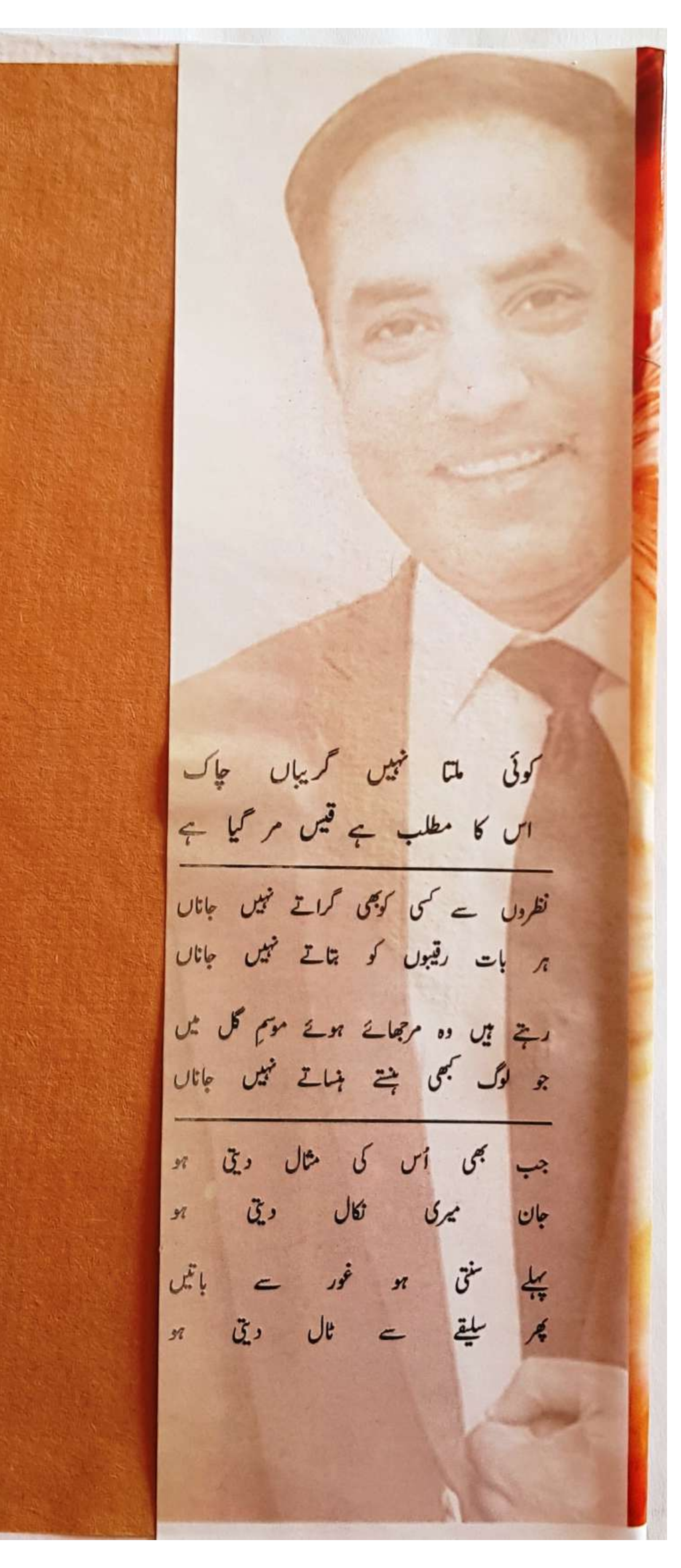
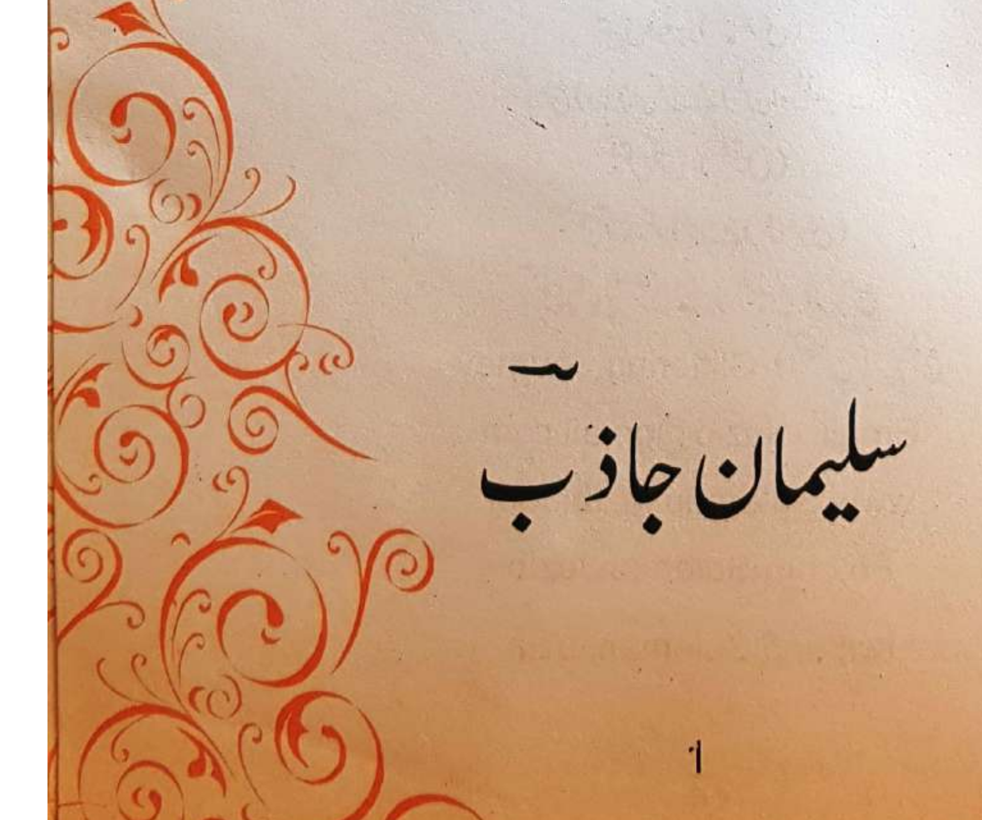

عشق قلندر
کر دیتا ہے
سُلیمان جاذب
عشق قلندر کر دیتا ہے
سُلیمان جاذب


کوئی ملتا نہیں گریباں چاک
اس کا مطلب ہے قیس مر گیا ہے
نظروں سے کسی کو بھی گراتے نہیں جاناں
ہر بات رقیبوں کو بتاتے نہیں جاناں
رہتے ہیں وہ مرجھائے ہوئے موسمِ گل میں
جو لوگ کبھی ہنستے ہنساتے نہیں جاناں
جب بھی اُس کی مثال دیتی ہو
جان میری نکال دیتی ہو
پہلے سنتی ہو غور سے باتیں
پھر سلیقے سے ٹال دیتی ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق قلندر

کر دیتا ہے



سلیمان جاذب

عشق قلندر

کچھ سلیمان جاذبؔ کے بارے میں

سلیمان جاذبؔ متحدہ عرب امارات میں مقیم معروف شاعر، صحافی اور فعال شخصیت ہے

عہدے دار

بانی وصدر مُسفر انٹرنیشنل (ادبی وثقافتی تنظیم)

میڈیا سیکریٹری گلف اُردو کونسل (ادبی تنظیم)

ایونٹ سیکریٹری پاکستان جرنلسٹس فورم یواے ای (صحافتی تنظیم)

ممبر...... پاکستان ایسوسی ایشن دُبئی

ممبر...... پاکستان سوشل سنٹر شارجہ

صحافت

ایڈیٹر ہفت روزہ اُردو اخبار...... یواے ای

مدیر اعلیٰ آن لائن اُردو ڈاٹ کام

www.onlineurdu.com

سی ای او مرچ مسالہ (انٹرٹینمنٹ ای۔ٹی وی اینڈ میگزین)

www. MirchMasala. TV

ادب

تیری خوشبو (شاعری)

سورج ڈوبا نہیں کرتے (فن اور شخصیت)

قتلِ گل (تحقیق)

عشق قلندر کر دیتا ہے (شاعری)

تتلی دِل پر اُترے گی (نظمیں) زیرِ طبع

Glittering Journey (انگلش) زیرِ طبع

Email: sjazib@gmail.com

www.SulemanJazib.com

Fb.com/SulemanJazib

twitter@SulemanJazib

عشق قلندر

عشق قلندر کر دیتا ہے

سلیمان جاذبؔ

عظمی پبلیکیشنز۔ لاہور



عظمی پبلی کیشنز نمبر......AP1803

جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ

عشق قلندر کر دیتا ہے......(شاعری)

سلیمان جاذبؔ کا دوسرا شعری مجموعہ

اہتمام......عثمان عاطسؔ

سرورق......صلال یوسف

کمپوزنگ......کاشان تمثیل، ریاض علی

پروف ریڈنگ......اظہر حسین

کیلی گرافی......صلال یوسف

عکاسی......ملک وحید بابر، رباب سحر

قیمت:۔10 پاکستان:۔ 500روپے بیرون ملک:۔10امریکی ڈالر

اسلام عظمی نے عمارض پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر

138 A/S 48 عزیز پارک۔اچھرہ۔لاہور سے شائع کیا

اشاعتِ اول: اپریل 2018ء

تعداد......500

Ishaq Qalander kar daita hey

(Urdu Poetry by Suliman Jazib)

Printer: Emaraz Printers,Lahore.

Publiser: Azmi Publications

138 A/S 48 Aziz Park Ichra Lahore, Pakistan

cel; +92.321.4044197 & +92.336.2211044

E.mail; islamazmi@gmail.com

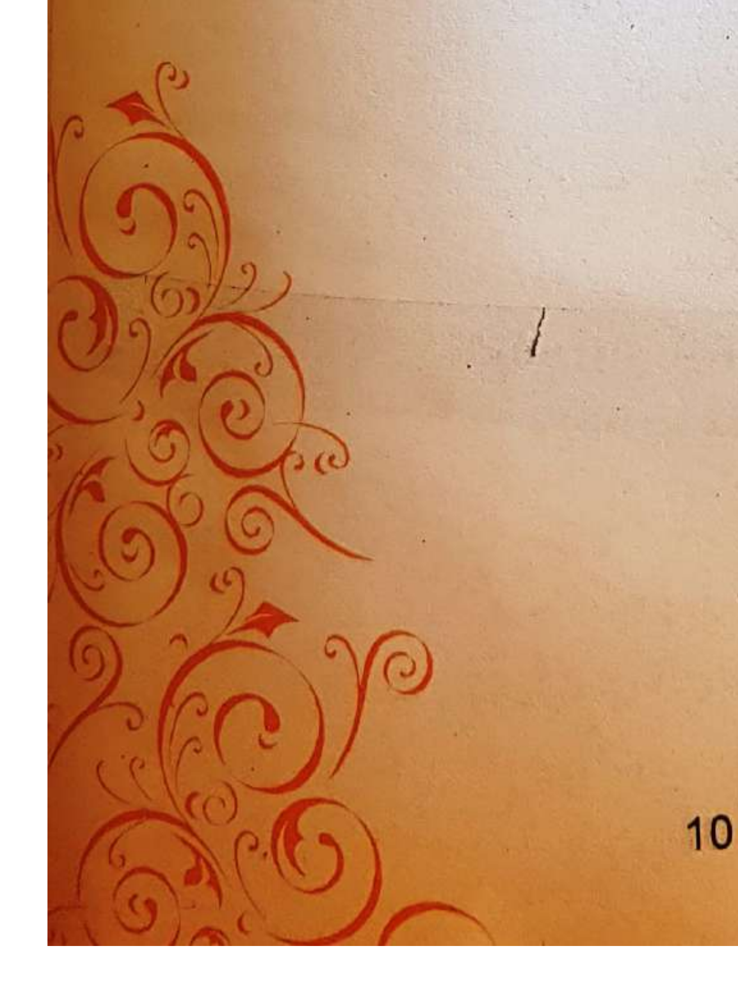
انتساب

ابّو جی اور امّی جی

کے نام




اشاریہ




چھوٹی بحر کا شاعر

میں نے کوئی دس برس پہلے سلیمان جاذبؔ کا نام سنا۔ اُس کا پہلا شعری مجموعہ ''تیری خوشبو'' تو مجھ تک نہ پہنچا مگر اس کی گونج ضرور میرے کانوں تک پہنچی۔ پتہ چلا کہ سلیمان جاذبؔ سرگودھا سے تعلق رکھتا ہے اور آج کل دبئی میں قیام پذیر ہے۔ یہ اس سے تعارف کا وہ زمانہ تھا جب نئی نسل پاکستان میں کہی جانے والی مقبول غزل پر غزل کہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جیسے جیسے نئی نسل کے مقبول شعراء اپنی آواز کے گم ہونے کے ساتھ گم ہوتے چلے گئے اسی طرح اُن کو آئیڈیلائز کرنے والے نوجوانوں میں گُلو گرفتگی کا شکار ہوتے چلے گئے۔ میں یہاں ان شاعروں کے نام لے کر کسی کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتا۔ ویسے بھی بیٹھی ہوئی مٹی کو دوبارہ اُڑانے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ سلیمان جاذبؔ نے مقبول ہونے کے لئے سکہّ رائج الوقت قسم کی شاعری سے آغاز کیا پہلے مجموعے میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں اگر وہ پاکستان میں ہوتا تو اُسی قسم کی شاعری کرتا رہتا لیکن ترکِ وطن کے بعد وہ اُس مصنوعی شعری فضا سے باہر نکل آیا، نکلنا اس کی افتادِ طبع سے زیادہ دیارِ غیر کے سخت شب و روز کے باعث ممکن ہوا۔

یہاں روزی کمانے کے لئے جس تگ و دو کی ضرورت ہوتی ہے وہ کسی بھی نوجوان کو بازاری رومانویت کا شکار نہیں ہونے دیتی۔ یہی وجہ ہے کے بیرون ملک مقیم اردو شعراء جس تندہی سے شعر کہہ رہے ہیں وہ وطن عزیز میں رہنے والے شعراء کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔

غریب الوطنی کا تجربہ کسی بھی شاعر کو کچی جنسیّت کے فریب میں نہیں پڑنے دیتا۔ یہی ماحول ہے جس میں سلیمان جاذبؔ اپنے دوسرے شعری مجموعے کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔ یہ مجموعہ اس کے ابتدائی مزاج سے مکمل طور پر ہٹا ہوا نہیں تو ہٹنے کی کامیاب کوشش ضرور ہے۔ اُسے پتہ چل گیا ہے

کہ دبئی میں کسی بھی پراڈکٹ کو محض مارکیٹنگ کی بنیاد پر مقبولیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

پہلے پراڈکٹ مضبوط ہو تو پھر ہی اس کی مارکیٹنگ پر محنت کر کے پذیرائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ دوسرے لفظوں خالص چیز ہی یہاں چلتی ہے۔ یہاں پاک و ہند میں موجود یونیورسٹیاں اور ان میں پڑھنے والے نئے نئے عشاق نہیں جو کچے پکّے شعروں پر پھڑک اُٹھیں، بلکہ یہاں زمانے کے سرد و گرم چشیدہ لوگ شاعری کے سامع ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں شعر یعقوب تصوّر، ظہورالاسلام جاوید، ڈاکٹر عاصم واسطی اور ڈاکٹر ثروت زہرا کی سطح پر جا کر شعر کہنا پڑتا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے دبئی کے مختلف ماحول میں شاعری بھی خالص ہو رہی ہے۔

سلیمان جاذبؔ اب جو غزل کہہ رہا ہے میرے خیال میں وہ اُس ڈگر پر چل نکلا ہے جو دو چار قدم نہیں بلکہ تادمِ آخر ساتھ چلتی ہے، اب اُسے معلوم ہوگیا ہے کہ غزل گوئی کچے جذبات کا اظہار نہیں بلکہ کلام سے زیادہ ضبطِ کلام کا معاملہ ہے جو کلاسیکی موسیقی کی طرح بغیر سیکھے ممکن نہیں۔

اب وہ مصرعہ سازی پر وہ توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے جس سے اس کی غزل میں چمکدار شعر طلوع ہونا شروع ہوگئے ہیں پہلے تو اس کا وہ شعر سُنیں جس میں اس نے یہ اعتراف کیا ہے کہ غزل گوئی ہنر مندی کے بغیر ممکن نہیں۔

مرے الفاظ ضو دینے لگے ہیں
غزل کہنا ہنر ہونے لگا ہے

یہ شعر جہاں ہنر مندی کی تلقین ہے وہاں جاذبؔ اپنی اولین شعری فضا سے نکلنے کی کامیاب کوشش کی طرف اشارہ کر رہا ہے میں چاہوں گا کہ اس کے تازہ شعری مجموعے ''عشق قلندر کر دیتا ہے'' سے اپنی پسند کے کچھ اشعار سناؤں

اُسے تم مٹانے کی کوشش نہ کرنا
جو لکھا ہے دل پر وہ نام آخری ہے

جاذبؔ توڑا آئینہ
عکس کو چکنا چور کیا

یوں تو گھوما ہوں ایک دنیا میں
اپنی جانب نہیں چلا اب تک

ہر گھڑی تجھ سے گفتگو میری
ہر گھڑی سامنے ہے تو گویا

ترے الفاظ تیرے ہیں تو ہوں گے
ترا لہجہ ترا لہجہ نہیں ہے

یقیناً خوشنما ہے دیکھنے میں
تمہارا شہر گھر جیسا نہیں ہے

کوئی ملتا نہیں گریباں چاک
اس کا مطلب ہے قیس مر گیا ہے

آئینے کو بنانے والا بھی
آئینہ دیکھتے ہی ڈر گیا ہے

یہ اشعار سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہیں۔ آسان زبان میں شعر وہ کہہ سکتا ہے جو خالص غزل کی جستجو رکھتا ہو اور روایت کا شعور اور ریاضت اُس کی مدد کرتے ہوں۔ ایسے ہی کوئی اُٹھ کر آسان شعر کہنے لگے یہ ممکن نہیں اُس کے اشعار سپاٹ اور بے ذائقہ ہوں گے۔



سلیمان جاذبؔ کے مندرجہ بالا اشعار آسان زبان میں ہونے کے باوجود اپنے اندر تہ داری کا وصف بھی رکھتے ہیں ۔ نثری ترتیب میں ہونے کے باعث ان اشعار میں ضرب المثل ہونے کی بھی پوری صلاحیت موجود ہے ۔ یہاں میں سلیمان جاذبؔ کی غزل کی سب سے بڑی خوبی کا ذکر کرنا چاہوں گا ۔ اگر یہ سوال کریں کہ اردو زبان میں کتنے غزل گو ایسے ہیں جو سب سے زیادہ چھوٹی بحر میں غزل کہتے ہیں تو میرے خیال میں اُن شعراء کے نام انگلیوں کی پوروں پر گنے جا سکتے ہیں ۔ اہل فن جانتے ہیں کہ چھوٹی بحر میں مصرعہ کہنا اور خالصتاً اپنا مصرعہ کہنا نہایت مشکل کام ہے ۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوتی ہے کہ سلیمان جاذبؔ نے غزل کہنے کے لئے چھوٹی بحر کا انتخاب کیا ، اس کے تازہ مجموعے میں شامل بیشتر غزلیں چھوٹی بحر میں ہیں اور وہ زیادہ سہولت سے اچھے اشعار بھی چھوٹی بحر کی غزلوں میں نکالتا ہے ۔ اگر اس نے یہ راستہ نہ چھوڑا تو وہ چھوٹی بحر کی غزلوں میں کئی مقبولِ عام اور منظورِ خواص غزلوں کا اضافہ کر جائے گا ۔ یہ بات میں نے اس لئے کی ہے کہ عوام میں مقبول شاعر اُس وقت تک بڑا شاعر نہیں بن سکتا جب تک خواص اُسے منظور نہ کریں ۔ اِسی لئے میرؔ صاحب نے کہا تھا ۔

شعر مرے ہیں گو خواص پسند
پر مجھے گفتگو عوام سے ہے

اردو غزل کے مطالعے سے اب تک یہی پتہ چلا کہ شعراء عموماً پہلے خواص کے لئے شاعری کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ عوام کے مزاج کی طرف آتے ہیں لیکن یہ شاید پہلی بار ایسا ہو کہ عوامی مقبولیت کے لئے شعر کہنے والا سلیمان جاذبؔ اپنے عوامی مزاج کو خواص کے ذوق کے مطابق ڈھالنے کے سفر پر نکل پڑا ہے ۔

مری دعا ہے کہ ربِ اظہار اُسے اس سفر میں غزل غزل کامیابی سے ہمکنار کرے (آمین)

عباس تابش

"عشق قلندر کر دیتا ہے"

اپنے آپ کو تصوف سے منسوب کرنا آج کل فیشن بن چکا ہے مگر صوفی کے رستے پر چلنے کے لیے جس برداشت تحمل اور روحانی تطہیر کی ضرورت ہوتی ہے وہ آج کل بیشتر نام نہاد "صوفیاء" میں ناپید ہوتی ہے......اور تو اور ملامتی صوفیاء کو آئیڈیالائز کرنے والے، ملامت پر دعائیں دینے کے بجائے اپنے اردگرد بلاوجہ صرف ملامت بھیجتے نظر آتے ہیں اور دعویٰ صوفی ہونے کا بلکہ ملامتی صوفی ہونے کا کرتے ہیں۔

اپنی کتاب کا "عشق قلندر کر دیتا ہے" نام رکھنے والے میرے دیرینہ دوست اور چھوٹے بھائیوں جیسے سلیمان جاذب ہی سے کوئی سیکھ لے اگر سیکھنا چاہے تو کہ صوفی کیا ہوتا ہے۔سلیمان جاذب کا تو دعویٰ بھی نہیں صوفی ہونے کا لیکن اگر آپ سلیمان کو قریب سے جانتے ہیں تو سلیمان کی روح تک سے آپ کو صوفیانہ رویوں کی خوشبو ضرور آئے گی۔

محبت، خلوص، نیک نیتی، توکل برداشت، سخاوت جیسے اوصاف نہ صرف سلیمان کے رویے بلکہ اُس کی شاعری سے بھی پھوٹتے نظر آئیں گے۔

کوئی محبت میں دل اپنا
کوئی اپنا سر دیتا ہے
میں نے دیکھا بن مانگے وہ
سب کی جھولی بھر دیتا ہے

عشق کا دعویٰ بے شمار لوگ کرتے ہیں مگر جب تک عشق میں وہ پاکیزگی اور انتہا نہ ہو کہ بقول میرؔ محبوب سے عاشق کا غبار بھی احتراماً دور بیٹھا رہے تب تک عشق قلندر نہیں کیا کرتا۔

ذرا سلیمان جاذب کا عشق میں اخلاص دیکھئے۔

اسے تم مٹانے کی کوشش نہ کرنا
جو لکھا ہے دل پر وہ نام آخری ہے
مجھے عشق کرتے ہوئے لگ رہا ہے
مری زندگی کا یہ کام آخری ہے

صوفی کیسے معاشرے کو دکھوں سے پاک دیکھنا چاہتا ہے ذرا دیکھئے کہ سادہ لفظوں میں بلند اخلاقی اقدار کی ترغیب کیسے ملتی ہے سلیمان جاذب کے ہاں۔

اپنوں سے کبھی ترکِ تعلق نہیں کرتے
اپنوں کو نہیں کرتے پریشان مری جان
اس ہنسنے ہنسانے سے نہیں جائے گا کچھ بھی
اس میں تو نہیں کوئی بھی نقصان مِری جان

اب ذرا دیکھیے کہ برسوں اپنی جنم بھومی سے دور سلیمان جاذب کیسے اپنا دکھ بیان کرتا ہے۔

میں اِک ہجرت کدے میں رہ رہا ہوں
یہاں پرکوئی بھی اپنا نہیں ہے
یقیناً خوش نما ہے دیکھنے میں
تمہارا شہر گھر جیسا نہیں ہے

صوفی کی ایک اور خُو گلہ نہ کرنے کی بھی ہوا کرتی ہے ایک صوفی کے بقول "جب خدا نہیں بھی



دیتا تو گلہ نہیں کرتے بلکہ تب بھی شکر کرتے ہیں اور دیتا ہے تو تقسیم کرتے ہیں۔
ذرا سلیمان کا شعر دیکھیے۔

دکھ کسی کو بھی بتاؤں کس لیے
زخم اپنے خود رَفو کرتا ہوں میں

چونکہ سلیمان کی کتاب کے نام ''عشق قلندر کر دیتا ہے'' نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا لہٰذا ان اشعار پر ہی بات ہو پائی جن سے تصوف کی خوشبو آتی ہے لیکن جب آپ اس کتاب کو مکمل پڑھیں گے تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ ذات کی شناخت کے سفر سے لے کر محبت کی بھول بھلیوں تک، دھرتی میں اُگنے والی مہکتی سرسوں سے لے کر پردیس میں آنکھوں میں چبھتی ریت تک، غریب کی مفلسی سے لے کر معاشرے میں وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم تک، کسی بھی حساس اور باعمل شخص کی طرح سلیمان جاذب بھی زندگی کے ہر ہر رویے کو محسوس کرتا ہے اس کو اپنے انداز سے دیکھتا اور اپنے تجربے کی کسوٹی پر جانچنے پرکھنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر دیانتداری سے اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتا ہے مگر صوفیانہ رویہ ترک نہیں کرتا۔ یہ مصرعہ دیکھیے۔

؎ جاذبؔ خدا نے دور کیں ساری رکاوٹیں

بات ہوئی افکار و خیالات کی رہ گیا شاعری کا تیکنیکی معیار مصرعوں کی بُنت، کرافٹ کی کوالٹی، تو اگر آپ نے سلیمان کی پچھلی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو یقیناً سلیمان اس میدان میں بھی آگے کی طرف سفر کرتا ہوا نظر آتا ہے اور کسی بھی انسان کو پرکھنے اور اس کی کامیابی کیلئے یہی بہت ہے کہ جس بھی شعبے میں وہ ہے اگر اس کا آج اس کے گزرے ہوئے کل سے بہتر ہے تو سمجھیں وہ کامیاب ہو گیا۔ یہی اسلامی فلسفہ بھی ہے۔ مجھے تو سلیمان روحانی اور دنیاوی دونوں طرح کامیاب نظر آتا ہے۔ بیشتر دنیاوی خود غرضیوں اور آلائشوں سے پاک سلیمان جاذب کے لیے بے پناہ دعائیں۔
اللہ تعالیٰ سلیمان جاذب کی زندگی میں سکون اور آسانیاں عطا فرمائے۔ آمین

وصی شاہ



سلیمان جاذبؔ کے پہلے شعری مجموعے ''تیری خوشبو''

کے دیباچے سے اقتباس

اُسے اپنی کچی پکی یادوں پر ناز ہے۔ اُسے نارسائی کا دکھ نہیں بلکہ اپنی استقامت پر ناز ہے۔ وہ آج بھی وہیں کھڑا ہے، جہاں اس نے محبت کا پہلا سپنا دیکھا تھا۔ نازکی اپنی جگہ، روبروئی کا نشہ اپنی جگہ مگر اُسے اپنے جذبوں کو دانائی کا تڑکا لگانے کا کوئی شوق نہیں۔ ہر کام کا ایک وقت ہے اور اُسے مناسب وقت ہی پر کرنا اچھا لگتا ہے۔ سویرے سویرے سوٹ پہنے اور ٹائی لگائے کوئی بھی شخص صبح کی سیر کرتا ہوا عجیب لگتا ہے۔ خوش قسمتی سے اُسے اپنے ایج گروپ کے بہت سے دوست بھی مل گئے ہیں، جن کا ذکر اس نے اپنے مضمون میں بطورِ خاص کیا ہے۔

کچھ الگ کرنے کی دھن نے اسے سائٹ www.onlineurdu.com لانچ کرنے پر مجبور کر دیا۔ ویب سائٹ کامیابی کی منزلیں طے کرنے لگا تو جلد از جلد شاعری کے مجموعے کی اشاعت کے جنون نے اُسے بے چین کر دیا۔ شارجہ کے قیام کے دوران وہ جب بھی میرے پاس ہوتا، ایک ہی بات اس کی زبان پر ہوتی۔ ''سر جی! اب میری کتاب آ جانا چاہیے ناں؟'' ...... محبت میں لکھے جانے والے پہلے خط کی طرح پہلی کتاب کا نشہ الگ ہی ہوتا ہے۔ وصی شاہ اُس کا ideal تھا اور ہے۔ اُس کی لگن نے وصی شاہ سے دیباچہ بھی لکھوا لیا۔ پھر اس نے مجھے بھی اس آزمائش میں ڈال دیا۔ ''بے ساختہ'' کے بعد نے ارادہ کیا تھا کہ آئندہ کوئی مضمون نہیں لکھوں گا۔ مگر سلیمان جاذبؔ نے مجھے دیباچہ لکھنے کا کہہ کر ''مشکلوں میں ڈال دیا'' ہے۔ کسی کی محبت کے بارے میں کوئی لکھے تو کیا لکھے؟ محبت کوئی دعویٰ نہیں کہ اس کے بارے میں دلیل لائی جائے۔ محبت یک طرفہ اعتراف ہے۔ یہ ہے تو ہے؟...... جیسے قوسِ قزح ہے تو ہے...... جیسے خوشبو ہے تو ہے۔ سلیمان جاذبؔ تمھارے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔

اسلام عظمی

لاہور...... 21/09/2009

مرے اللہ

ابتدا

ترے نام سے





نعت رسول مقبول ﷺ

مدینے کا سفر تھا اور میں تھا
حسیں دلکش نگر تھا اور میں تھا

نظر کے سامنے تھا خانہ کعبہ
جھکا سجدے میں سر تھا اور میں تھا

بتاؤں گنبد خضرا کا میں کیا
مرے آقا کا در تھا اور میں تھا



ریاض الجنتہ کا منظر بتاؤں
مقامِ معتبر تھا اور میں تھا

گنہ کے بوجھ سے بھاری دلِ زار
رہینِ چشمِ تر تھا اور میں تھا

گھنیری چھاؤں کے نیچے تھا جاذبؔ
کہ رحمت کا شجر تھا اور میں تھا




امام حسینؑ کے نام

گائے ہیں گیت دشتِ بلا نے حسینؑ کے
تا حشر سرخرو ہیں گھرانے حسینؑ کے

زخموں سے چور ہو کے بھی سجدے میں سر رہا
یوں حوصلے بڑھائے وفا نے حسینؑ کے

تسلیم اور رضا کی بھی ملتی نہیں مثال
رتبے کئے بلند خدا نے حسینؑ کے

زہراؑ کا لاڈلا ہوا ہر اک کا لاڈلا
پچھلے بھی اَور اگلے زمانے حسینؑ کے

ہر شخص کی زبان پہ ذکرِ حسین ہے
ہر شخص گا رہا ہے ترانے حسین کے

جاذبؔ جلیں گے خود وہ جہنم کی آگ میں
نکلے تھے جو بھی خیمے جلانے حسینؑ کے




مائے سوھنیے

مائے...... مائے سوہنیے
میں اگر چاہوں بھی
خاکِ پا اوڑھ کے قدموں کی ترے
تیرے ہر حکم کی تعمیل کروں
تم پہ یہ زیست فدا کر دوں میں
زندگی بخش ہیں باتیں تیری
پر، تجھے بھی نہیں معلوم کہ اک بول ایسا ہے ترا
میں جو سنتا ہوں تو سرشار سا کر دیتا ہے
مجھ کو جو زخم ہیں دنیا دیتی
اُن کو پل بھر وہ بھر دیتا ہے
تیرے اس بول کی قیمت کیا ہے؟

تُو بھی یہ جان نہیں سکتی ہے

ایسی قیمت کہ چکانا مشکل

اور یہ بول ہے جی جان سے پیارا مجھ کو

زندگی بخش ترا بول کہ انمول ہے یہ

تُو مری بات کو سنتی ہے تو پھر کہتی ہے

''جی مری جان کے ٹکڑے......بولو''

چند لمحوں میں......ہواؤں میں......فضاؤں اندر

کیا بتاؤں کہ حلاوت سی تو بھر دیتی ہے

یہ حلاوت یہ حرارت مجھ کو

کبھی بے آس نہیں ہونے دیتی

مختصر سا یہ ترا بول ہے انمول بہت

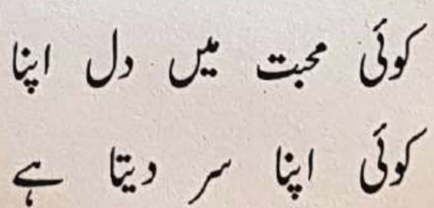
سر پہ یہ دھوپ میں سایہ سا کیے رکھتا ہے

ماں......ترا قرض چکاؤں کیسے!



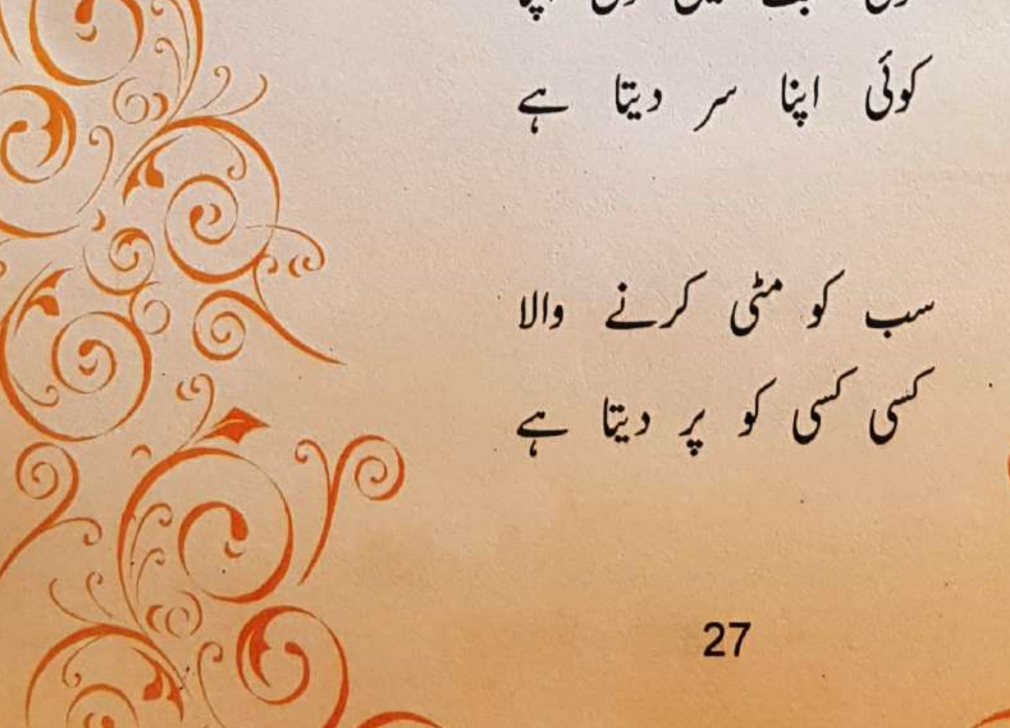


روح میں مستی بھر دیتا ہے
عشق قلندر کر دیتا ہے



کوئی محبت میں دل اپنا
کوئی اپنا سر دیتا ہے

سب کو مٹی کرنے والا
کسی کسی کو پر دیتا ہے



میں نے دیکھا بن مانگے وہ
سب کی جھولی بھر دیتا ہے

اب بھی شاخ پہ آ کر کوئی
مجھ کو میری خبر دیتا ہے

دشت دیا ہے جس نے جاذبؔ
دیکھیں کب وہ گھر دیتا ہے









جب بھی اُس کی مثال دیتی ہو
جان میری نکال دیتی ہو

پہلے سنتی ہو غور سے باتیں
پھر سلیقے سے ٹال دیتی ہو

سب خطائیں تمہاری اپنی ہیں
پھر بھی قسمت پہ ڈال دیتی ہو



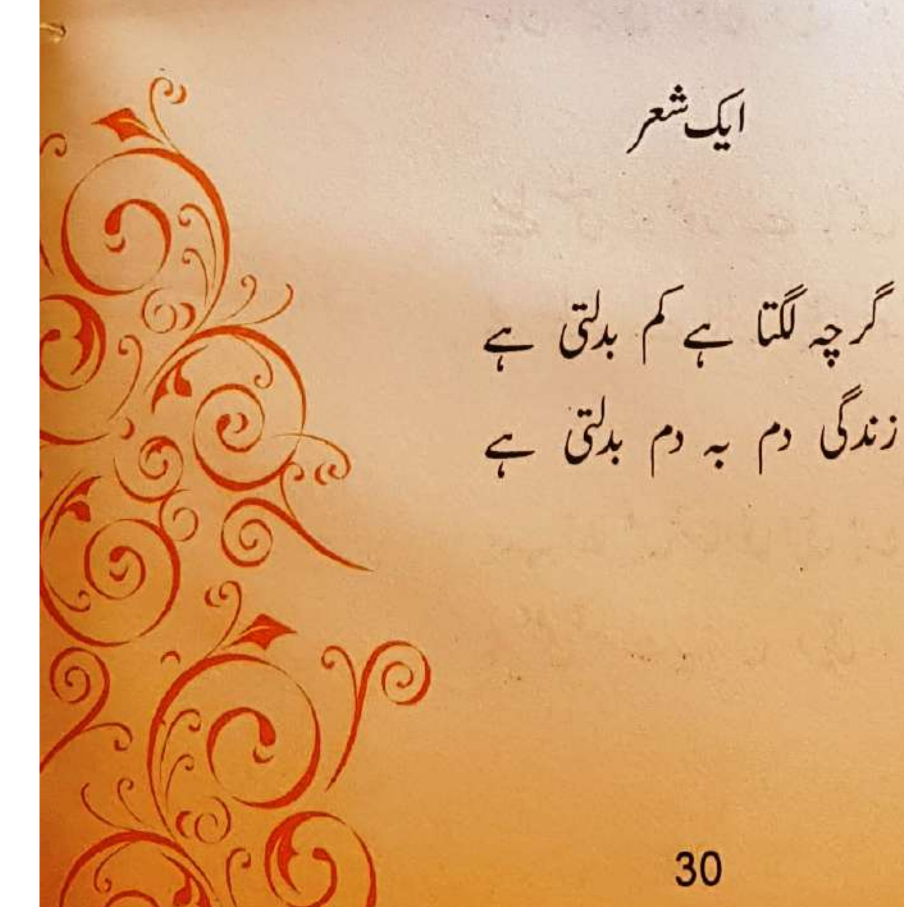
جب بھی کرنا ہو فیصلہ کوئی
ایک سکہ اچھال دیتی ہو

جانِ جاذب تمہارا کیا ہوگا
دشمنوں کو بھی ڈھال دیتی ہو



ایک شعر

گرچہ لگتا ہے کم بدلتی ہے
زندگی دم بہ دم بدلتی ہے








سلام آخری ہے پیام آخری ہے
ترے شہر میں آج شام آخری ہے

خدا پنچھیو تم کو کو آباد رکھّے
مجھے تو یقیں ہے کہ دام آخری ہے

اسے تم مٹانے کی کوشش نہ کرنا
جو لکھّا ہے دل پر وہ نام آخری ہے

بچھڑ کر بھی ہم نے بچھڑنا نہیں ہے
نہ شب آخری ہے نہ جام آخری ہے

مجھے عشق کرتے ہوئے لگ رہا ہے
مری زندگی کا یہ کام آخری ہے

کوئی دم میں خاموش ہو جاؤں گا مَیں
جو کرنے لگا ہوں کلام آخری ہے









وقت نے یوں مجبور کیا
خود کو خود سے دور کیا

کب نشے میں طاقت تھی
الفت نے مجبور کیا

تیری یادوں نے آ کر
اور بھی کچھ رنجور کیا



چاند کھڑا تھا رستے میں
رکنے پر مجبور کیا

جاذبؔ توڑا آئینہ
عکس کو چکنا چور کیا







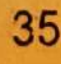


ہر جہت میں ہے رونما اب تک
تو نظر آئے جابجا اب تک

اس کا مطلب تجھے پتہ ہو گا
ہے ادھوری مری وفا اب تک

کوئی جنگل ہو کوئی پربت ہو
گونجتی ہے مری صدا اب تک







یوں تو گھوما ہوں ایک دنیا میں
اپنی جانب نہیں چلا اب تک

جستجو اس لئے ادھوری ہے
خود کو ہی ڈھونڈتا رہا اب تک

تو کہاں کھو گیا مرے جاذبؔ
تیرا پایا نہیں پتا اب تک








ہونٹوں پہ جو تیرے ہے یہ مسکان مری جان
لے جائے گی اک روز مری جان مری جان

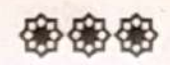
سب ہوش گنوا بیٹھے ترے چاہنے والے
اس بات پہ ہونا نہیں حیران مری جان

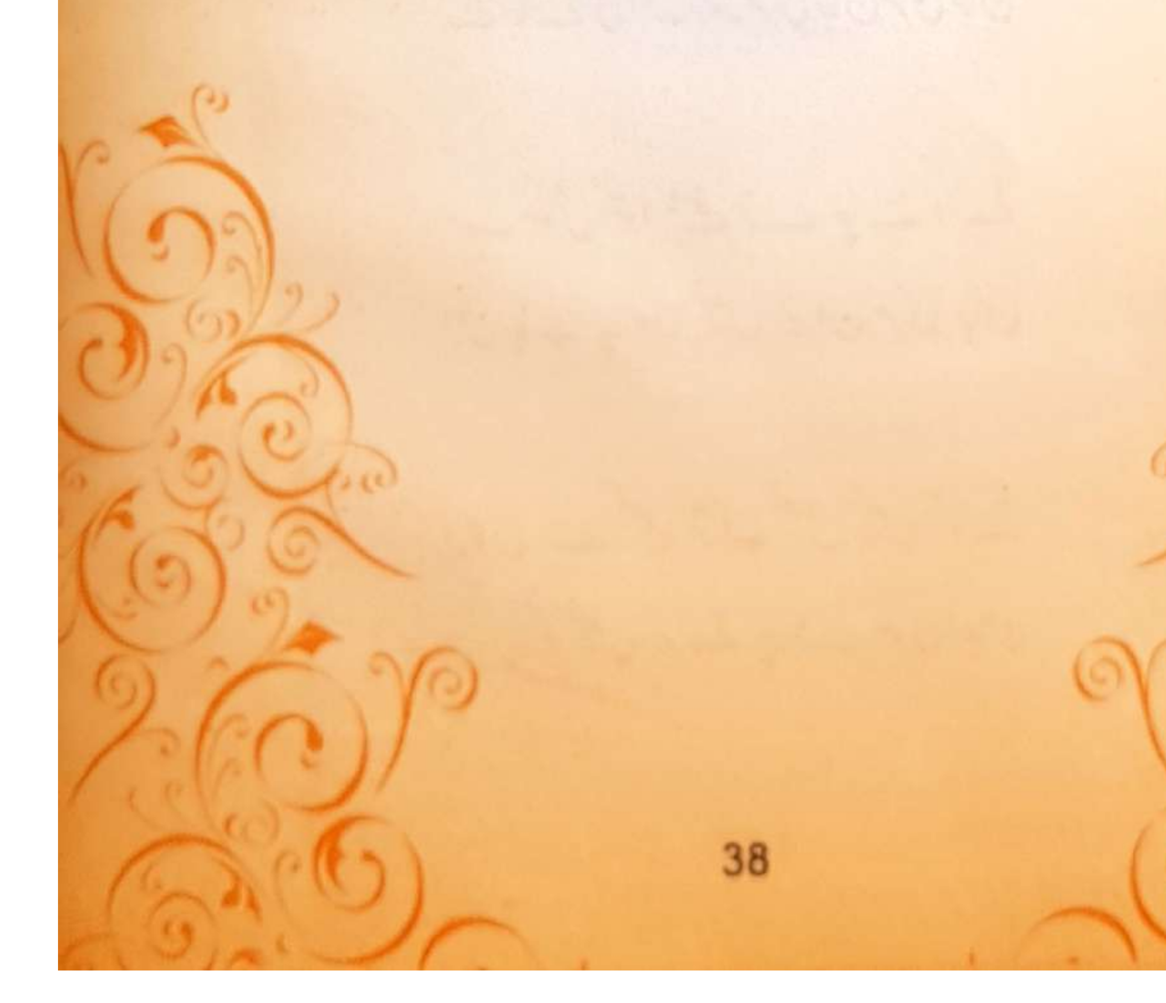
اپنوں سے کبھی ترکِ تعلق نہیں کرتے
اپنوں کو نہیں کرتے پریشان مری جان



اس ہنسنے ہنسانے سے نہیں جائے گا کچھ بھی
اس میں تو نہیں کوئی بھی نقصان مری جان

چہرے پہ جمی دھول سے کیوں بھول رہا ہے
جاذبؔ ہوں میں جاذبؔ مجھے پہچان مری جان





تری آنکھیں

سمندر سی تری آنکھیں
سمندر ہیں تری آنکھیں
میں ان میں ڈوب جاؤں گا
جگاؤ گی اگر تم خواب.
میں ان میں حقیقت کھینچ لاؤں گا
رہے گا خوف بھی دل میں
اگر تعبیر نہ پائی
تو کیسے جی میں پاؤں گا

سمندر سی تری آنکھیں
بہت گہری بہت نیلی

مگر اک خوف بھی دِل میں

سمندر کا جو نیلا رنگ ہے..... پل پل بدلتا ہے

مگر ایسا نہ سوچا تھا

مگر کب جانتا تھا میں

تری آنکھوں کی نیلاہٹ........ بھی کیا کیا رنگ بدلے گی

نہیں ہے تجھ سے کوئی بھی شکایت اب....

کہ یہ جوارغوانی رنگ ہے جاناں

بہت ہی ناتواں ہے اپنی فطرت میں

سمندر کی طرح سے آسماں کا رنگ بھی یکساں نہیں رہتا

محبت میری یک طرفہ تھی شاید

.............اور

.... یک طرفہ محبت میں

یہی آخر کو ہونا تھا

مری جاں میں نے دل میں ٹھان رکھا ہے

جو میرے دل پہ بیتی ہے

سراسر بھول جاؤں گا

محبت نے مرے دل کو سکھائے جو بھی نغمے ہیں

اُنہیں ہی گنگناؤں گا

تری پلکوں کے سائے میں......

رہوں گا

اور روز و شب گزاروں گا





کاش مجھے بھی----

کاش مجھے بھی

کوئی ایسے ٹوٹ کے چاہے

جیسے برکھا ساون رت کو

جیسے تتلی پھولوں کو

جیسے موج سمندر کو

جیسے شاعر شعروں کو

جیسے تخیل لفظوں کو

جیسے لہریں دریا کو

جیسے مانجھی نیا کو

ایسے کوئی مجھ کو چاہے

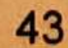
تو پھر اپنی جان بھی دے دوں



کوئی ذوقِ نظر ہونے لگا ہے
بہت آساں سفر ہونے لگا ہے

کہاں سے لاؤ گے تم ماں کی ممتا
اگر پردیس گھر ہونے لگا ہے

سنبھالو اب تو اس بیمار کو تم
فسانہ مختصر ہونے لگا ہے

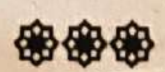


مرے الفاظ ضو دینے لگے ہیں
غزل کہنا ہنر ہونے لگا ہے

وہ پہلے ٹس سے مس ہوتا نہیں تھا
اگر سے اب مگر ہونے لگا ہے

لبوں پر اب ہے اس کے مسکراہٹ
دعاؤں کا اثر ہونے لگا ہے

چلو جاذبؔ بچا کر اپنا دامن
وہ رستہ رہگزر ہونے لگا ہے











اب بدلتا ہے یہ منظر تو بدل جانے دو
دل کو خوابوں کے سرابوں سے نکل جانے دو

آخرش لوٹ کے آنا ہے تمہاری جانب
سر پہ رکھے ہوئے سورج کو تو ڈھل جانے دو

عشق کا جام مرے ہاتھ میں بھی آئے گا
لڑکھڑاتے ہوئے لوگوں کو سنبھل جانے دو

ہم نے دیکھا نہیں مدت سے تمہارا چہرہ
پردۂ ابر سے اب چاند نکل جانے دو

عمر گزری کوئی آنسو نہیں ٹپکا جاذبؔ
اب تو صحرا میں کوئی چشمہ ابل جانے









کبھی دل کسی سے لگا کر تو دیکھو
کبھی جانِ جاں مسکرا کر تو دیکھو

یوں آنچل میں خود کو چھپا کر نہ رکھو
کبھی رخ سے آنچل ہٹا کر تو دیکھو

نگاہیں چرائی بہت بار تم نے
ذرا اب نگاہیں ملا کر تو دیکھو

محبت کے دعوے بہت کر چکے ہو
انہیں اب ذرا تم نبھا کر تو دیکھو

نہ ہو گا اداسی کا نام و نشاں تک
اُسے پھر سے تم گنگنا کر تو دیکھو

سنبھلنے کو اک عمر جاذبؔ پڑی ہے
ذرا جھوم کے لڑکھڑا کر تو دیکھو









ہر کوئی اپنے آپ میں کھویا
جاگتا شہر ہے کہ ہے سویا

مدتوں بعد اپنی یاد آئی
اِس لیے کھل کے رات بھر رویا

خیر کی فصل بوئی اور کاٹی
بیج شر کا کبھی نہیں بویا





ہر گھڑی تجھ سے گفتگو میری
ہر گھڑی سامنے ہے تُو گویا

بے وفائی سے میں نہیں ٹوٹا
پیار کا بوجھ شوق سے ڈھویا

دل رہا جس کا مضطرب جاذبؔ
چین سے وہ کبھی نہیں سویا







کچھ کہے بن چلا گیا جاذبؔ
حال دل کا بتا گیا جاذبؔ

باتوں باتوں میں میٹھی سی
اک کہانی سنا گیا جاذبؔ

حیرتوں کی جو بات کرتے ہو
حیرتیں سب مٹا گیا جاذبؔ

اس کو شعروں میں ڈھالتا کیسے
بات اپنی سنا گیا جاذبؔ

یاد اس کی بھگو گئی آنکھیں
جاتے جاتے بتا گیا جاذبؔ

جو مٹا کر رہیں گی تاریکی
ایسی شمعیں جلا گیا جاذبؔ

اب خلاؤں میں ڈھونڈتے کیا ہو
جانے والا چلا گیا جاذبؔ









وہی تو آج تک بھولا نہیں ہے
جسے ہونا کبھی میرا نہیں ہے

ترے الفاظ تیرے ہیں تو ہوں گے
ترا لہجہ ترا لہجہ نہیں ہے

میں اک ہجرت کدے میں رہ رہا ہوں
یہاں پر کوئی بھی اپنا نہیں ہے

یقیناً خوش نما ہے دیکھنے میں
تمہارا شہر گھر جیسا نہیں ہے

مجھے آوارگی لائی یہاں پر
ارادے سے کیا ایسا نہیں ہے

مری دنیا الگ ہے دنیا والو
یہ دھن دولت مرا رستا نہیں ہے

تو وہ کیسے مرے پہلو میں آیا
اگر دنیا میں یوں ہوتا نہیں ہے

ترا جاذبؔ مٹائے پیاس کیسے
یہاں تو ابر تک برسا نہیں ہے





سِلے ہونٹوں کا دُکھ

کارِ دنیا میں الجھ کر میں بھی
آخرش بھول گیا... کیا ہے محبت کرنا
عہدِ حاضر کے خداؤں سے بغاوت کرنا
کیا کہوں بھول گیا ہوں میں محبت کرنا
تیری آنکھیں نہ پریشاں زلفیں
کارِ دنیا میں الجھ کر میں نے
تیری الفت کو گنوا کر میں نے
آخرش میں نے یہ جاذبؔ جانا
ہونٹ سی کر بھی نہیں، کچھ بھی کسی کو ملتا



ادھورا پن

ادھورے پن میں کٹتی ہے
کہ جیسے ہو کوئی انمول موتی
جسے اپنی چمک سے بے خبر رہنے کی عادت ہو
یہ عادت جب کسی کو ڈھونڈتی ہے
نیا پیغام دیتی ہے
نیا آغاز ہوتا ہے
نئی پہچان ملتی ہے





پوچھتی ہے ہوا زمانے سے
مٹ گئی ہے وفا زمانے سے

سائباں سر سے چھیننے والا
مانگتا ہے ردا زمانے سے

آزمائی ہوئی ہے یہ دنیا
کچھ نہ پاؤ گے آزمانے سے

تیرے گن گا رہا ہے ہر کوئی
تو نے کیا کہہ دیا زمانے سے

پہلے اپنی طرف نظر جاذبؔ
بعد میں کر گلہ زمانے سے






۞

خدا کا شکر ہے کوئی بچھڑ کر لوٹ آیا ہے
زمانے بھر کے افسانے بھی اپنے ساتھ لایا ہے

تعارف ہو تو میں تم کو بتاؤں اس کے بارے میں
کہ جس کی یاد نے مجھ کو ستایا ہے رُلایا ہے

سنا تو ہے کہ میرا نام سن کر وہ بتِ کافر
ذرا سا گنگنایا ہے بہت سا مسکرایا ہے

محبت مختلف انداز سے کرتا رہا ہے وہ
کبھی اس نے گرایا ہے کبھی اس نے اُٹھایا ہے

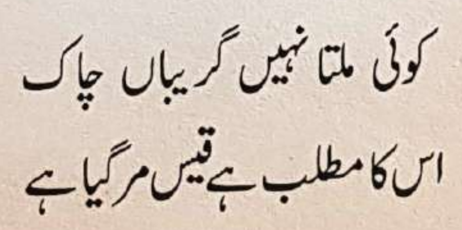
کسی کو اپنی ناکامی کا کیسے دوش دوں جاذبؔ
مری آوارگی نے ہی مجھے یہ دن دکھایا ہے







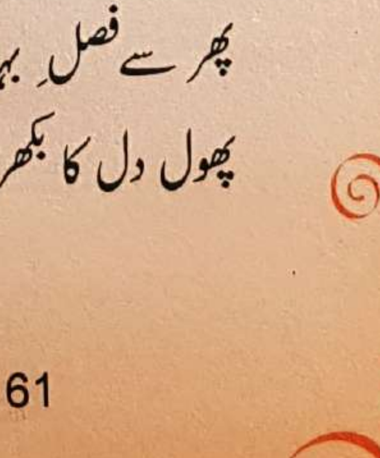

اپنے ہونے سے تو مُکر گیا ہے
پیار کا بوجھ کیا اُتر گیا ہے



کوئی ملتا نہیں گریباں چاک
اس کا مطلب ہے قیس مر گیا ہے

پھر سے فصلِ بہار آنے تک
پھول دل کا بکھر بکھر گیا ہے



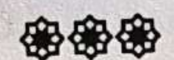




تو کہاں ہے اُسے نہیں معلوم
ڈھونڈنے تجھ کو در بدر گیا ہے

آئینے کو بنانے والا بھی
آئنہ دیکھتے ہی ڈر گیا ہے

کب یقیں آئے گا تجھے جاذبؔ
اپنے وعدے سے وہ مُکر گیا ہے








تجھ سے ہی سب بہار ہے مرے دوست
تو ہی دل کا قرار ہے مرے دوست

تیری یادوں سے دل ہوا آباد
ورنہ اجڑا دیار ہے مرے دوست

لطف کے سائے میں مجھے رکھ لے
دھوپ ہے ریگزار ہے مرے دوست

تو ہے سر چڑھ کے بولتا جادو
تو سراپا خمار ہے مرے دوست

مجھ سے آباد ہے جو تنہائی
زندگی کا سنگھار ہے مرے دوست

دنیا کچھ بھی کہے مگر جاذبؔ
وقت بے اعتبار ہے مرے دوست








وہ لڑکی

عجب لڑکی ہے وہ لڑکی جسے مجھ سے محبت ہے

بنا دیکھے ہوئے مجھ کو گزرتا دن نہیں جس کا

جو راتوں میں مری خاطر بہت بے چین رہتی ہے

جو میرے جاگنے سے پہلے پہلے جاگ جاتی ہے

سلیقے اور طریقے سے مری ہر چیز رکھتی ہے

میں آفس کے لئے نکلوں، مجھے وہ ''کوٹ'' پہنائے

میں واپس آؤں آفس سے، مجھے دیکھے تو اس کو چین آتا ہے

یقیناً خود سے بڑھ کر مجھ کو ''پگلی'' پیار کرتی ہے

لبوں پر لمس کی خاطر بہت بے تاب رہتی ہے

یہ میرا منتظر رہنا کوئی عادت سی لگتی ہے
کہ جیسے لمس میں، دنیا کی سب خوشیاں مقید ہوں
مجھے پانے کی خاطر وہ بہت بے تاب رہتی ہے
جسے پانے کی خاطر میں بہت بے تاب رہتا ہوں
وہ لڑکی، وہ عجب لڑکی مرے خوابوں میں بستی ہے

❁

زیاں دیکھا نہیں کرتے
وفا تولا نہیں کرتے

تمہارے حوصلے والے
زباں کھولا نہیں کرتے

جہاں صیّاد دیکھیں ہم
وہاں چہکا نہیں کرتے

مری جاں پھول کاغذ کے
کبھی مہکا نہیں کرتے

کہ ہم ٹوٹے ہوئے دل سے
کبھی رویا نہیں کرتے

بنا لیں زندگی جس کو
اُسے چھوڑا نہیں کرتے

جو آنکھوں سے کہی جائے
اُسے بھولا نہیں کرتے

مسافر ریت پر جاذبؔ
نشاں چھوڑا نہیں کرتے





زندگی ریگزار کی صورت
گزری گزری بہار کی صورت

وہ نہ آئے نظر تو ہے دنیا
ایک اُجڑے دیار کی صورت

سرکشی چھوڑ کر کہیں اے دوست
آ مرے غمگسار کی صورت



یار کا ہے خیال بھی مجھ کو
خواب کی اور خمار کی صورت

موسمِ ہجر میں تری یادیں
دشت میں آبشار کی صورت

جا بجا آسمان پر جاذبؔ
درد کونجوں کی ڈار کی صورت











کب سے آنکھوں میں سجے ہیں سپنے
پھر بھی لگتا ہے نئے ہیں سپنے

اپنی تنہائی میں تنہا کب ہوں
میری یادوں میں بسے ہیں سپنے

جس کو چاہا وہی ڈاکو نکلا
کیا کہوں کیسے لٹے ہیں سپنے

کس طرح اِن کو سنبھالا جائے
میری آنکھوں سے بڑے ہیں سپنے

لٹ گیا دل تو سراسر جاذبؔ
آنکھ میں کیسے بچے ہیں سپنے










آنکھ میں بول رہے ہیں سپنے
خود کو کھول رہے ہیں سپنے

آنکھوں سے کیا اڑ جائیں گے
پر کیوں تول رہے ہیں سپنے

بھیک ملے تعبیر کی اِن کو
لا کشکول رہے ہیں سپنے



دن میں شب میں جب بھی دیکھے
بس انمول رہے ہیں سپنے

یہ ہمیں مار نہ ڈالیں جاذبؔ
زہر سا گھول رہے ہیں سپنے









سپنا

کل شب میں نے سپنا دیکھا
انجانے کو اپنا دیکھا
جو ہے میرے من کے اندر
صورت جس کی سندر سندر
کرتا ہے وہ دل کی باتیں
چاہت کی منزل کی باتیں
اس کی شرمیلی آنکھوں میں
مہکی مہکی سی سانسوں میں
میں نے سچے جذبے دیکھے

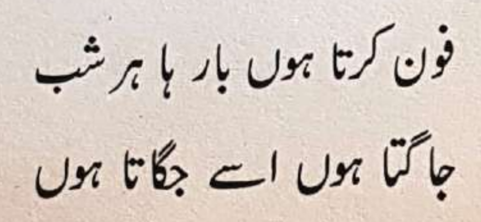


First Message

میسج کرنا جب سیکھا تھا
اُس کا پہلا میسج یہ تھا:
تمھارے بن
دل ہی نہیں یہ
گھر کا گھر ہی ویراں لگتا ہے
جاناں.......فوراً لوٹ آؤ
اب تو ہم کو
اتنے میسج آتے ہیں ہر روز کہ......
دونوں بھول چکے ہیں
پہلا میسج



عکس مسمار کرتا جاتا ہوں
روز اک آئنہ بناتا ہوں



فون کرتا ہوں بار ہا ہر شب
جاگتا ہوں اسے جگاتا ہوں

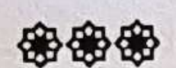


جب بھی آتا ہے یاد تو مجھ کو
نام تک اپنا بھول جاتا ہوں

کیا عجب ہے کہ تیز آندھی میں
اک دیا سا میں ٹمٹماتا ہوں

وہ کہانی مجھے نہیں ازبر
روز دنیا کو جو سُناتا ہوں

چند خوشیوں کے واسطے جاذبؔ
روز کتنے ہی غم کماتا ہوں









حقیقت بھی لگنے لگی ہے کہانی
مجھے کھا گئی ہے مری خوش بیانی

نہیں یاد مجھ سے ملا تھا کبھی وہ
وگرنہ اُسے یاد ہے ہر کہانی

کوئی یار بیلی نہ اپنا اگر ہو
تو یہ زندگی ہے فقط رائیگانی



بس اک کال پر ہی چلے آئے ہو تم
"نوازش کرم شکریہ مہربانی"

یہاں دور و نزدیک شہرِ بتاں ہے
کسی کو نہیں دل کی حالت بتانی

اُمڈ آیا دل ایسے آنکھوں میں جاذبؔ
کہ یکجا ہوں جیسے کہیں آگ پانی






مٹا کر پھر بنایا جا رہا ہے
ہمیں کوزہ بتایا جا رہا ہے

وہی کچھ تو کریں گے اپنے بچّے
انہیں جو کچھ سِکھایا جا رہا ہے

وہی پانی پہ لکھتے جا رہے ہیں
ہمیں جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے

ہتھیلی کی لکیریں ہیں کہ جن میں
کوئی دریا بہایا جا رہا ہے

ہمیں ڈرنا نہیں آتا ہے جاذبؔ
ہمیں پھر بھی ڈرایا جا رہا ہے





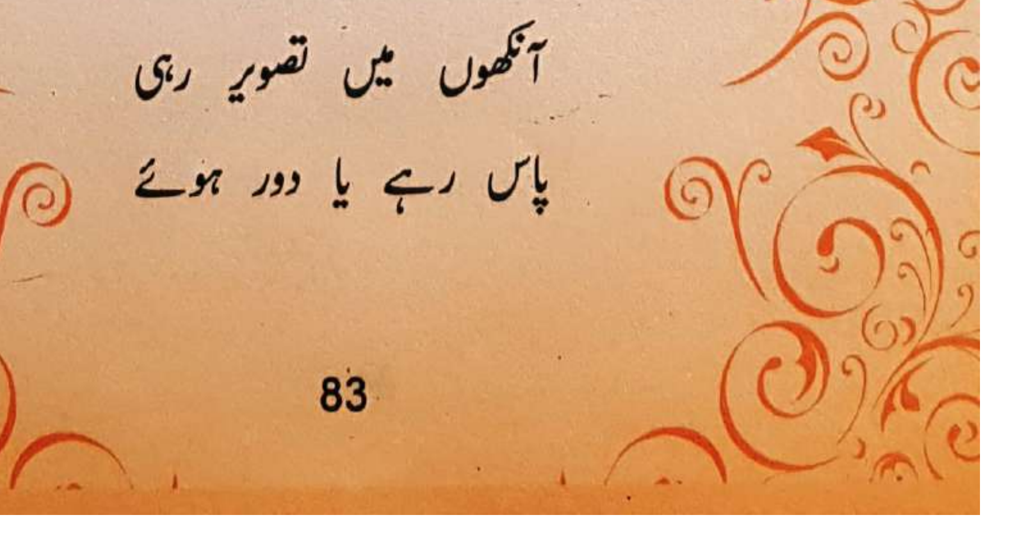



❁

ہوتے ہوتے دور ہوئے
ہم کتنے مجبور ہوئے

اپنے عکس کو دیکھا تو
اور بھی وہ مغرور ہوئے

آنکھوں میں تصویر رہی
پاس رہے یا دور ہوئے





ٹوٹا دل کا آئینہ
سپنے چکنا چور ہوئے

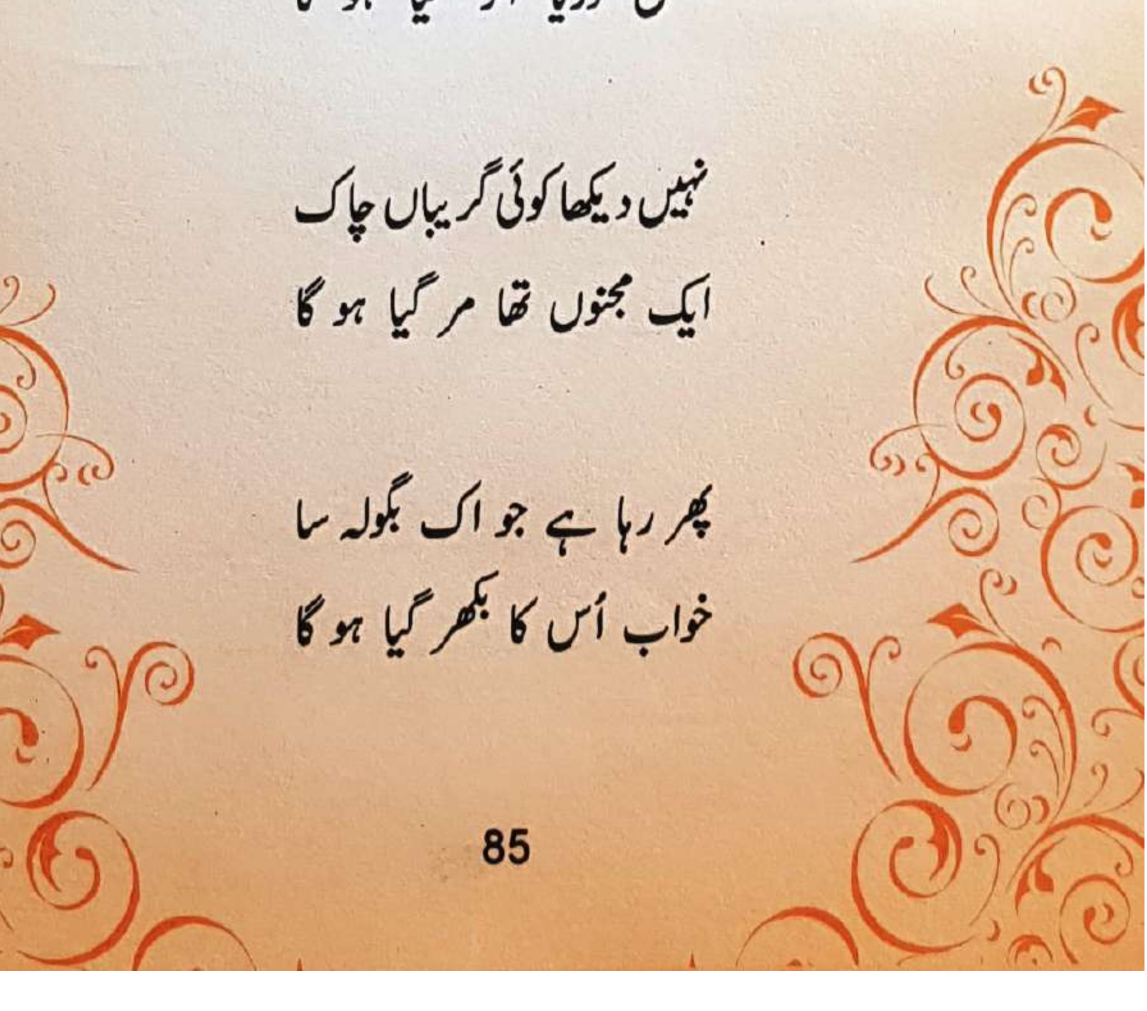
چاند کو دیکھا حسرت سے
جاذبؔ جب مجبور ہوئے

❁❁❁

خود سے کوئی مکر گیا ہو گا
عشق دریا اتر گیا ہو گا

نہیں دیکھا کوئی گریباں چاک
ایک مجنوں تھا مر گیا ہو گا

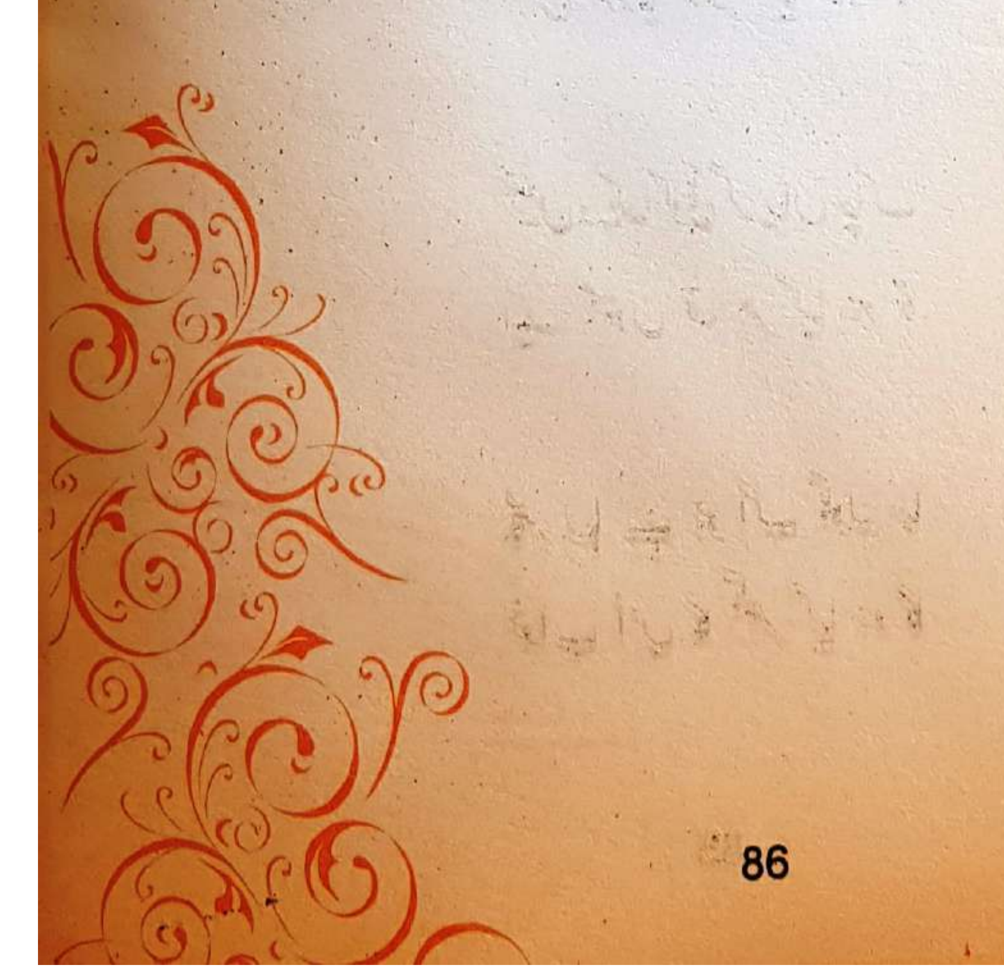
پھر رہا ہے جو اک بگولہ سا
خواب اُس کا بکھر گیا ہو گا



اس لئے کرچیاں ہیں چاروں طرف
آئینے سے وہ ڈر گیا ہو گا

اب اُسے یاد کیا دلائیں ہم
کر کے وعدہ مکر گیا ہو گا





❁

کیوں غلط رہ سے بچایا نہ گیا
جانے کیوں موڑ کے لایا نہ گیا

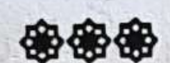
ماننے والا مری باتوں کو
جانے کیوں مجھ سے منایا نہ گیا

سر پھری تیز ہوا کے ہوتے
دیپ الفت کا بجھایا نہ گیا

روح پر ثبت ہوا وہ ایسا
پھر کبھی مجھ سے مٹایا نہ گیا

کٹ گیا پیڑ تو آنگن کا مگر
میرے سر سے کبھی سایہ نہ گیا

جب بھی جاذبؔ وہ ہوا ہم آواز
گیت مجھ سے کوئی گایا نہ گیا







❁

احوالِ دلِ زار سنایا نہیں جاتا
جو راز عیاں ہو وہ بتایا نہیں جاتا

اپنا تو دلِ زار ہے دانائی سے خالی
نادان سے نادان منایا نہیں جاتا

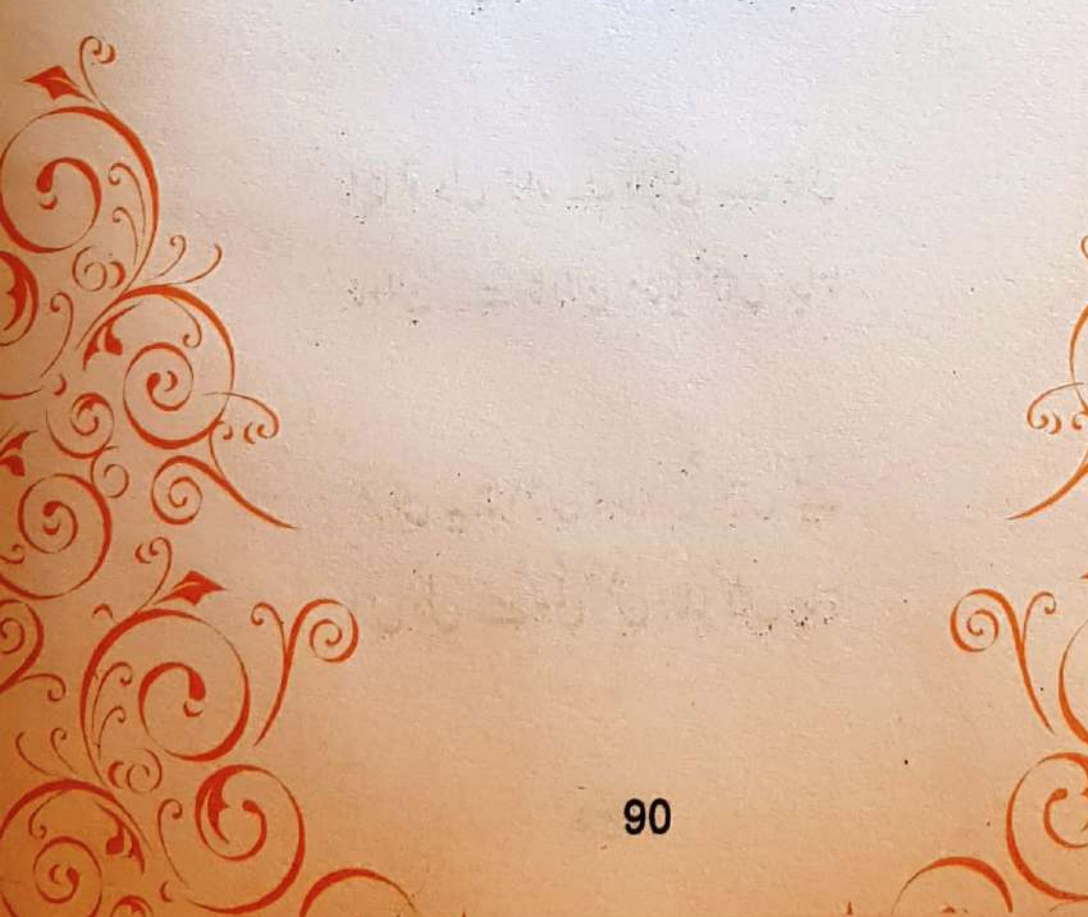
تم ہی یہ بتاؤ میں بھلاؤں تمہیں کیسے
اس دل سے کوئی نقش مٹایا نہیں جاتا

سر پھوڑنا مشکل نہیں ہوتا ہے جنوں میں
دیوار سے عاشق کو لگایا نہیں جاتا

تعبیر ملے یا نہ ملے بات الگ ہے
آنکھوں سے مگر خواب چرایا نہیں جاتا

اس شہر کی توقیر ہیں جاذبؔ ہی سے عاشق
عشاق کو نظروں سے گرایا نہیں جاتا





❁

بے وفا سے دل لگانا پڑ گیا
فرضِ الفت پھر نبھانا پڑ گیا

ریت کس دریا سے اب لائیں گے ہم
اک گھروندا پھر بنانا پڑ گیا

اُس کو خیریت بتانے کے لئے
بے دلی سے مسکرانا پڑ گیا

بے دلی سے کر رہا ہوں دل لگی
دل کو پھر سے آزمانہ پڑ گیا

اُس کی آنکھوں میں اُداسی دیکھ کر
خود سے جاذبؔ ہار جانا پڑ گیا






پاگل لڑکی

عجب پاگل سی لڑکی ہے
مجھے ہر بار کہتی ہے
مجھے تم یاد آتے ہو
ہمیشہ یاد آتے ہو
میں تنہا ہوں، اکیلی ہوں
میں جاذبؔ خود سے لڑتی ہوں
مجھے تم یاد آتے ہو
عجب پاگل سی لڑکی ہے
کبھی میں فون کرنے میں ذرا سی دیر کر جاؤں
اگر میں کام کی خاطر

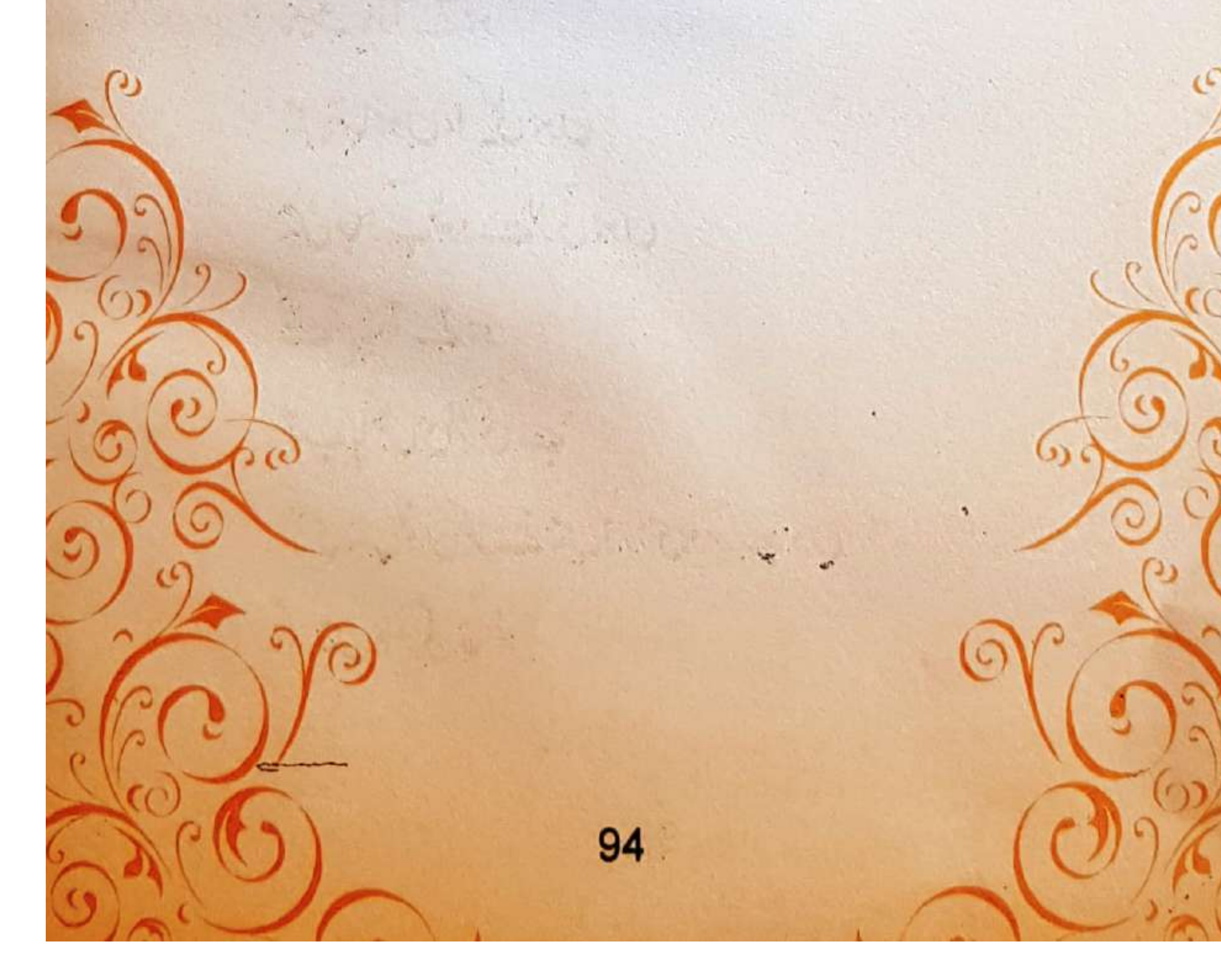
کبھی آفس میں رُک جاؤں

ذرا مصروف ہو جاؤں

مجھے وہ فون کرتی ہے......

......یہی اصرار کرتی ہے

کہ گھر اب لوٹ بھی آؤ



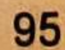




دنیا گھومے کیا کیا دیکھا
کوئی نہ ہم نے تم سا دیکھا

شب بھر دیکھے خواب ترے
دن بھر تیرا رستہ دیکھا

تو اس پل تھا سامنے میرے
میں نے جب آئینہ دیکھا



نہر کنارے بیٹھے تھے ہم
میں نے پھر وہ سپنا دیکھا

دل کا شیشہ صاف کیا تو
اس میں تیرا چہرہ دیکھا

اُن آنکھوں کے اندر جاذبؔ
دنیا گھر کا نقشہ دیکھا







گھرا نہیں اُس جمال میں بھی
کشش تھی جس کے خیال میں بھی

رہی وہی تشنگی مسلسل
فراق سا تھا وصال میں بھی

جواب میں آ گیا وہ کیسے
کہ جو نہیں تھا سوال میں بھی

رہا مرے ساتھ میرا اللہ
عروج دیکھا زوال میں بھی

تمہی سے ہے یہ تمہارا جاذبؔ
جہانِ اوجِ کمال میں بھی











مجھ سے چاہے دور ہو تم
لیکن آنکھ کا نور ہو تم

لیکن فون تو کر لیتے
مانتا ہوں مجبور ہو تم

ہوں میں اگر تو تم سے ہوں
دھڑکن اور سرور ہو تم



شہرت میں شامل ہوں میں
مانا کہ مشہور ہو تم

جاذبؔ دنیا جانتی ہے
الفت سے مخمور ہو تم







(نذرِ غالب)

میرے سینے میں شور سا کیا ہے!
جانتے ہو معاملہ کیا ہے!

سیر دنیا کی ٹھان لی ہے اگر
مڑ کے بستی کو دیکھتا کیا ہے!

دیکھنے کو تو مڑ کے دیکھ لیں ہم
دیکھنے کو مگر رہا کیا ہے!








خود سرابوں سے دوستی کی تھی
ریگ زاروں سے اب گلہ کیا ہے!

بدلے بدلے ہیں آشنا چہرے
دوستو حادثہ ہوا کیا ہے!

آئنہ پوچھتا رہا جاذبؔ
خشک آنکھیں ہیں ماجرا کیا ہے!









نظروں سے کسی کو بھی گراتے نہیں جاناں
ہر بات رقیبوں کو بتاتے نہیں جاناں

رہتے ہیں وہ مرجھائے ہوئے موسمِ گل میں
جو لوگ کبھی ہنستے ہنساتے نہیں جاناں

ہر پل تری آنکھیں تری خوشبو ہے مرے ساتھ
یہ بات مگر سب کو بتاتے نہیں جاناں

اَٹ سکتا ہے تیرا بھی اِسی دھول سے چہرہ
رسوائی کی یوں گرد اُڑاتے نہیں جاناں

دلگیر تو ہوتے ہیں تغافل سے ترے ہم
لیکن کبھی احسان جتاتے نہیں جاناں

یہ حضرتِ جاذبؔ جو گرفتارِ وفا ہیں
عاشق ہیں مگر شور مچاتے نہیں جاناں

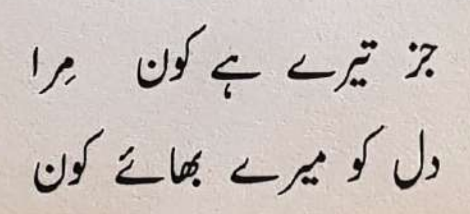








بھر بھر پانی لائے کون
جلتا شہر بچائے کون



جز تیرے ہے کون مِرا
دل کو میرے بھائے کون

یہ نگری ہے دولت کی
عشق میں نام کمائے کون

عاشق کو دھتکار دیا
گیت ترے اب گائے کون

بھید جو سب کے کھولے تُو
تیرے عیب چھپائے کون

رب ہی جاذبؔ جانتا ہے
مارے کون بچائے کون









محبت

مگر .... یہ محبت

پرانی بھی ہو کر پرانی نہیں ہے

کہ جو بھول جائے .... کہانی نہیں ہے

اِسے جب بھی سوچو

نیا ذائقہ ہے

نئی دلکشی ہے

گھڑی وصل کی ہو کہ ہو دشتِ ہجراں

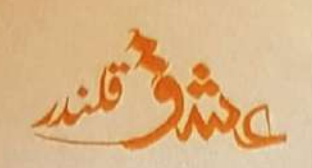
یہ بانہوں میں ڈالے ہوئے اپنی بانہیں

اُدھر بھی کھڑی ہے اِدھر بھی کھڑی ہے

عجب پھلجھڑی ہے

کہانی ہے لیکن کہانی نہیں ہے

پرانی بھی ہو کر پرانی نہیں ہے



مری محبت

گھنی زلفیں

ہے آہو چشم وہ لڑکی

کوئی مورت سی مورت ہے

بلا کی خوبصورت ہے

کہ اُس کے مسکرانے سے بہار آئے

کھلیں کلیاں، چمن شاداب ہو جائے

سنو لوگو!

بلا کی خوبصورت اور حسین اک پھول سی لڑکی

ہے جو

میری محبت ہے



شکوہ زمین سے ہے مجھے آسمان سے
تیرے لئے لڑائی ہے سارے جہان سے

اک روز جان جاؤ گے سچ کیا ہے جھوٹ کیا
ہونا پڑے گا منحرف اپنے بیان سے

پتھر کا کر دیا مجھے مرمر کے شہر نے
پھر بھی جڑا ہے دل مرا کچّے مکان سے

کس طرح بھول سکتا ہوں اپنے نسب کو میں
میرا تو سلسلہ ہے مرے خاندان سے

کم حوصلہ تھے اس لئے آنکھیں چھلک پڑیں
ہم تم جدا اگرچہ ہوئے آن بان سے











ہمارے ساتھ ماضی کے کئی قصے نکل آئے
بہت سے دوست دشمن مارنے مرنے نکل آئے

پلٹتا دیکھ کر منزل نے یوں آواز دی ہم کو
پرانے راستوں میں سے نئے رستے نکل آئے

کیا تھا صاف ہم نے راستہ اشجار کٹوا کر
کہاں سے روکنے کو راستہ پتّے نکل آئے

ہماری نیند سے جب واپسی ممکن ہوئی یارو
کھلا ہم پر کہ ہم تو صبح سے آگے نکل آئے

ہمارے ساتھ جاذبؔ قافلہ نکلا تھا جو اُس میں
بہت سے اجنبی تھے اور کچھ اپنے نکل آئے











سنگ ہاتھوں میں لے کے سب آئے
اور ستم یہ ترے سبب آئے

پائی منزل تو سب نے یہ پوچھا
آپ اس راستے پہ کب آئے

صبح والے کہ شام والے دُکھ
پاس میرے ہی آئے جب آئے

لوگ کیا کیا نہ عشق میں جاذبؔ
چھوڑ کر نام اور نسب آئے





پُرانا ساتھ چھوٹا جا رہا ہے
مرا دل ہے کہ ٹوٹا جا رہا ہے

سبب تو ہے نہیں کوئی مگر وہ
مسلسل مجھ سے روٹھا جا رہا ہے

سہانا خواب آنکھوں کو دکھا کر
سکونِ قلب لوٹا جا رہا ہے

کہوں تو کس طرح جاذبؔ کہوں میں
وہ دیکھو ایک جھوٹا جا رہا ہے



چھوڑ کے سب کچھ ہجر کے مارے
آ بیٹھے ہیں نہر کنارے

سپنے ٹوٹے اِک اِک کر کے
روٹھے اپنے سبھی سہارے

رات کی شال میں چپکے چپکے
جڑ جاتا ہے کون ستارے

کیا بتلائیں جاناں تجھ بن
کیسے ہیں دن رات گزارے

پھسلیں گے یہ پتھر جاذبؔ
ڈھ جائیں گے محل منارے

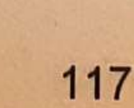







میگھا

میگھا کھل کر برسی جائے
آگے آگے بڑھتی جائے
بجلی چمکے بادل گرجے
خلقت سہمی سہمی جائے
دریاؤں میں پانی چھلکے
ہر شے اس میں بہتی جائے
ساون رُت کی رم جھم بارش
وادی وادی نکھری جائے
تر پیڑوں کے پتے جھومیں
کوئل سر میں گاتی جائے
جاذبؔ دلبر کی باتوں سے
دل کی بستی بھیگی جائے



پانچ روپے کا نوٹ

برسوں پہلے نانی ماں نے
دیا تھا مجھ کو
پانچ روپے کا نوٹ
پانچ روپے کا وہ بوسیدہ گلا سڑا سا نوٹ
آج بھی میرے بٹوئے میں ہے
اُسی طرح سے
ویسے کا ویسا ہی رکھا ہے
جیسا نانی ماں نے دیا تھا
اور اُس نوٹ کی برکت سے ہی شاید
میرا بٹوہ بھرا رہا ہے
ہر موسم ہی ہرا رہا ہے



دشتِ وحشت سے نکلتے کس طرح
رُخ ہواؤں کا بدلتے کس طرح

راستہ ڈھلوان اور بارش شدید
ہم سنبھلتے تو سنبھلتے کس طرح

راکھ سی تا آسماں اُڑتی رہی
آنسوؤں کی چال چلتے کس طرح



جب کوئی اُمید ہی باقی نہ تھی
بام پر پھر دیپ جلتے کس طرح

گاؤں سے دہقان ہجرت کر گئے
کھیت پھر سونا اُگلتے کس طرح








دھوکے کیا کیا کھائے ہیں
ڈرے نہ ہم گھبرائے ہیں

چاند سے یاری ہے اپنی
اور تارے ہمسائے ہیں

بدلی چال ہواؤں کی
ہم بھی کنارے آئے ہیں



مانگا ہم نے ایک دیا
ہاتھ شرارے آئے ہیں

پھولوں کی اِک ڈالی پر
کانٹے کیوں اُگ آئے ہیں





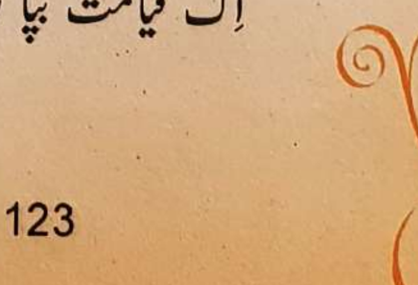




کون باقی بچا زمانے میں
ہے فنا کو بقا زمانے میں

سچ کی توقیر صرف کاغذ پر
جھوٹ کا غلغلہ زمانے میں

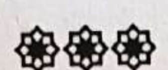
اک قیامت تو آنے والی ہے
اِک قیامت بپا زمانے میں



دھند میں دوست اور دشمن سب
اور سب تھا چھپا زمانے میں

موت برحق ہے اور آنا ہے
زندگی بھی سزا زمانے میں

مسکراتے تو کس طرح جاذبؔ
ایسے پتھر نما زمانے میں









ترے رستے میں بیٹھے ہیں، تو اس میں کیا برائی ہے
تجھے ہم دیکھ لیتے ہیں ، تو اس میں کیا برائی ہے

ہمارا جرم اتنا ہے، تمہیں اپنا سمجھتے ہیں
تمہیں اپنا سمجھتے ہیں ، تو اس میں کیا برائی ہے

بچھڑ کر تم سے ہم جاناں تمہارے پاس ہوتے ہیں
تمہارے پاس ہوتے ہیں، تو اس میں کیا برائی ہے

تمہارے زلف کے سائے ہمیں تو راس آتے ہیں
ہمیں یہ راس آتے ہیں ، تو اس میں کیا برائی ہے

ترے جیسے نہیں لیکن بہت اچھوں سے اچھے ہیں
بہت اچھوں سے اچھے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے

مرے اشعار میں جانی تری آنکھوں کے چرچے ہیں
تری آنکھوں کے چرچے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے

تری رسوائی کے ڈر سے تجھے چھپ چھپ کے ملتے ہیں
تجھے چھپ چھپ کے ملتے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے

کسی نے یہ دیا طعنہ کہ جاذبؔ ہم کسی کے ہیں
اگر جاذبؔ کسی کے ہیں تو اس میں کیا برائی ہے





سایا شجر کا ہے نہ کوئی سائبان ہے
صحرا کی دھوپ اور کھلا آسمان ہے

خود سے بھی لڑ رہا ہوں زمانے کے ساتھ بھی
یہ زندگی بھی ایک کڑا امتحان ہے

یہ کون ہے جو بیچ میں بوتا ہے دوریاں
یہ کون ہے جو تیرے مرے درمیان ہے

دنیا نے اس لئے بھی اُسے مسترد کیا
جانِ جہاں تھا اب وہ فقط میری جان ہے

ہر گام روکتی رہی مجھ کو یہ مصلحت
رستے میں میرے دھوپ نہ کوئی چٹان ہے

بلبل اُداس اور پریشان ہے گلاب
جو کچھ ہوا ہے اس کا سبب باغبان ہے

خاموش ہو کے اور بھی بدنام ہو گیا
اب ہر زبان پر ہی مری داستان ہے

مجھ کو ڈرا نہ پائیں گی ساون کی بارشیں
سر کو چھپانے کے لئے کچّا مکان ہے

جاذبؔ خدا نے دور کیں ساری رُکاوٹیں
تیرا نصیب اب بہت اونچی اڑان ہے





آئینے سے گفتگو کرتا ہوں میں
اک تمہاری جستجو کرتا ہوں میں

دُکھ کسی کو بھی بتاؤں کس لئے
زخم اپنے خود رفو کرتا ہوں میں

اک مسیحا پر نہیں ہے انحصار
سب سے دل کی گفتگو کرتا ہوں میں

جانِ جاں مجھ سے نگاہیں مت چُرا
دیکھ تیری آرزو کرتا ہوں میں

حضرتِ جاذبؔ اُداسی کے سمے
اک تجھے ہی روبرو کرتا ہوں میں







کہہ کے بھی آیا نہیں حد ہو گئی ہے
ایسا تو ہوتا نہیں حد ہو گئی ہے

لوٹ کر آنا ہے کب اُس نے کبھی
مجھ سے یہ پوچھا نہیں حد ہو گئی ہے

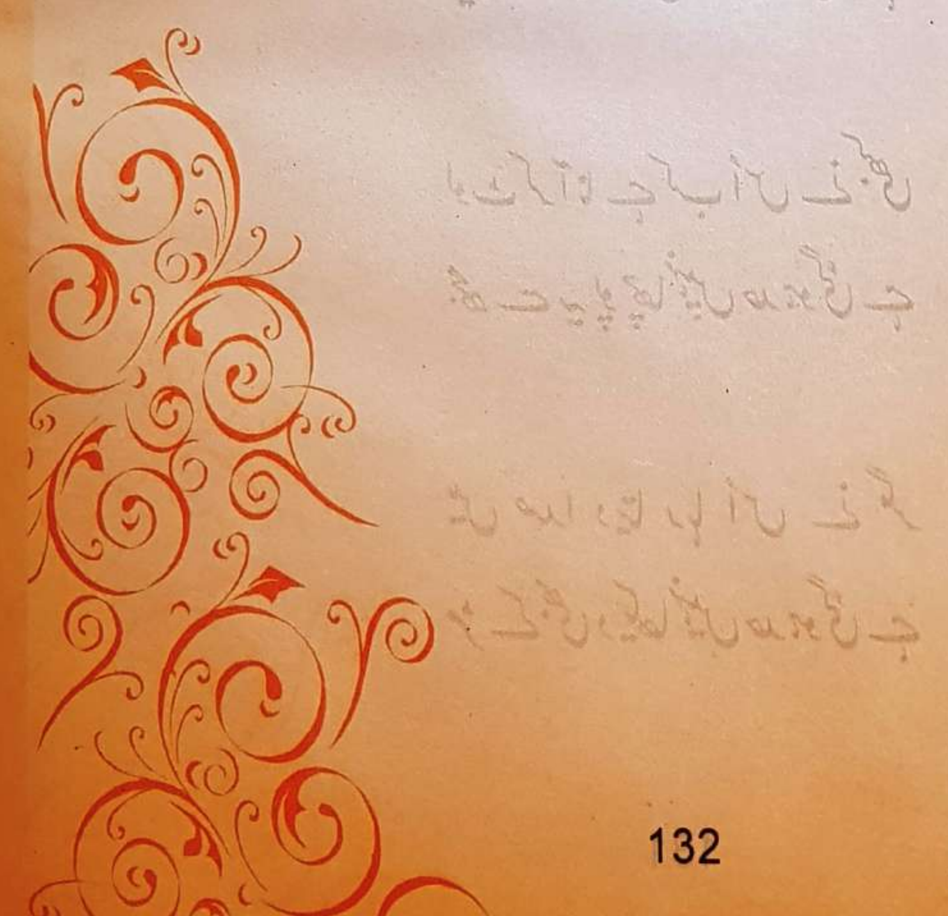
میں صدا دیتا رہا اُس نے مگر
مڑ کے بھی دیکھا نہیں حد ہو گئی ہے



یاد میں آکر ستاتا ہے مجھے
خواب میں آتا نہیں حد ہو گئی ہے

جانے کس مٹی کا جاذب تو بنا ہے
ٹوٹ کر بکھرا نہیں حد ہو گئی ہے





دیوی اور دیوتا

درشن کرنے اک دیوی کے ایک پجاری آیا

سیس نوائے، دیا جلایا اور چرنوں میں بیٹھ گیا

بپتا اپنی کہی نہ اُس نے، کوئی بھی فریاد نہ کی

تکتے تکتے پھر دیوی کو کتنے ہی یگ بیت گئے

درشن کرنے اس دیوی کے

جو بھی آتا سر کو جھکاتا، پوجا کرتا

اور دنیا کی لوبھ میں لوبھی

دنیا مانگتا رہ جاتا

سادھو سنت فقیر سبھی یہ اُس سے کہتے

اے دیوانے کچھ تو مانگو تم دیوی سے

وہ ہنستا اور کہتا اُن سے

پاپ اور پُن کے چکر میں مت ڈالو مجھ کو

جال ہیں یہ سب دنیا کے

دنیا بس اک چھایا ہے

اک استھان پہ رہنا اُسے گوارا کب ہے

گیتا اپنے پاس ہی رکھ لو

امرت پیالہ تم ہی چکھّو

میں دیوانہ ہوں دیوی کا، دیوی میری دیوانی ہے





نھر کنارے بیٹھیں پھر سے

مری جانِ جاں
کبھی وقت ملے تو آ جانا.......
..... ہم نہر کنارے بیٹھیں گے
تری صورت دیکھے دن گزرے اب چین نہیں
ہم پھر کھیتوں سے جائیں گے
کبھی وقت ملے تو آ جانا
ہم ساری باتیں کہہ لیں گے
ہم نہر کنارے جائیں گے
اس پیڑ کی چھاؤں میں جا کر
ہم تھوڑی دیر کو بیٹھیں گے

ممکن ہے یہ وہ لفظ ابھی

اس پیڑ کی ٹہنی پر لکھّے ہوں

ممکن ہو وہ چھوٹا پیپل

سب کو چھاؤں دیتا ہو

ہو سکتا ہے وہ نہر کنارہ

ویسے کا ویسا اب تک ہو

ہو سکتا ہے وہ چرواہے

اب بھی آتے جاتے ہوں

چل جاناں اب جا کر دیکھیں

وہ سب کچھ جو کبھی اپنا تھا

وہ سب کچھ اب بھی اپنا ہے

کبھی وقت ملے تو آ جانا

ہم نہر کنارے بیٹھیں گے ....



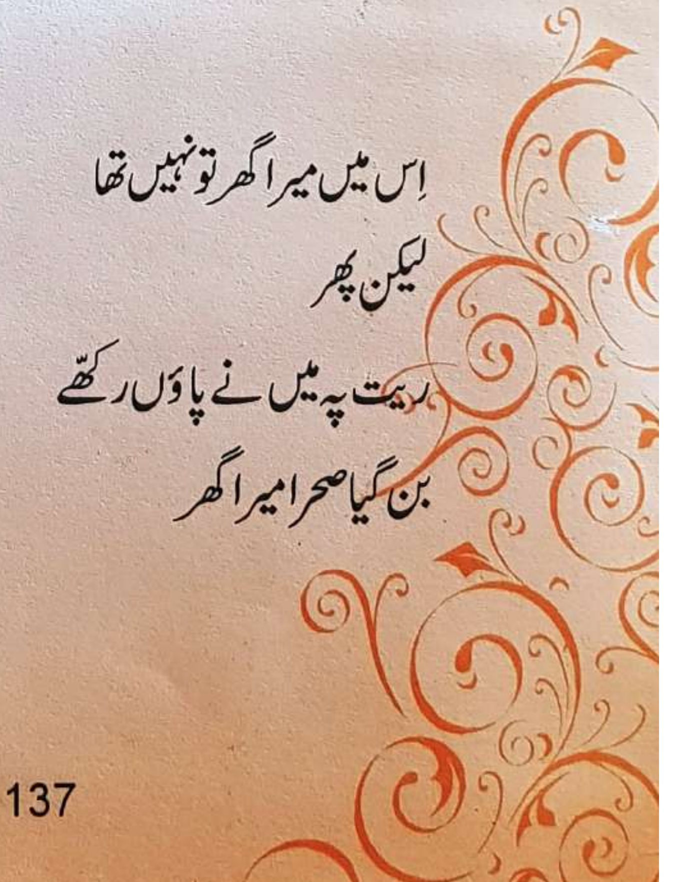


سانپ ہمیشہ سانپ رہے گا

کسی بھی رنگ کا ہو
کوئی بھی روپ ہو اس کا
حسیں دلکش وہ جتنا ہو
مگر سن لو
''سپولا'' سانپ کا بیٹا
ہمیشہ سانپ رہتا ہے

صحرا





اِس میں میرا گھر تو نہیں تھا
لیکن پھر
ریت پہ میں نے پاؤں رکھّے
بن گیا صحرا میرا گھر

دکھ

یہ کیسا دکھ ہے

جو میرا دکھ ہے

بتاؤں کس کو

جو دل پہ گزری سناؤں کس کو

غمِ محبت میں میری حالت بنی ہے ایسے

یہ زخم کیسے

کہ آج تک بھی بھرے نہیں ہیں

نہ چارہ گر ہے

نہ ہے دعا ہی

گناہِ الفت کی یہ سزا ہے

اے دل یہ تیرا کیا دھرا ہے

یہ کیسا دکھ ہے

جو میرا دکھ ہے



آشنا نا آشنا حد ہو گئی
ہو گئی ہے باخدا حد ہو گئی

وہ تو ہے ہی بے وفا حد ہو گئی
بے وفائی بر ملا حد ہو گئی

وہ بھی سمجھا ہی نہیں ہے حالِ دل
مسکرا کر یہ کہا حد ہو گئی

رونقِ بازارِ دل مت پوچھئے
ہو گئی وحشت قضا حد ہو گئی

آندھیوں میں پیڑ کیا کیا گر گئے
پھر بھی روشن دل دیا حد ہو گئی

بعد مدت کے شرابِ رنگ و بو
اور بھی خوش ذائقہ حد ہو گئی

جاگتے سوتے نظر کے سامنے
پھر وہی حیرت کدہ حد ہو گئی

میں نے جب بھی اپنے دل کی بات کی
اس نے بس اتنا کہا حد ہو گئی

کیوں نہ آئی لوٹ کر وہ جانِ جاں
ایسا جاذبؔ کیا ہوا حد ہو گئی







ملا نہیں کوئی ہمسفر سفر منسوخ
کہ ہونا آج سے اپنا ہے دربدر منسوخ

کیا ہے کس نے حوالے ہمیں قیامت کے
کئے زمین میں کس نے تمام گھر منسوخ

زمیں سے توڑ کر رشتہ بھی اب کہاں جائیں
ہوئے ہیں سارے پرندوں کے بال و پر منسوخ

نہ پھل نہ پھول نہ پتے کہیں نظر آئے
ہوا ہے کارِ نمو کیا شجر شجر منسوخ

ہر آدمی یہاں سہما ہوا سا ہے جاذبؔ
کرے کوئی تو شکستہ دلوں کے ڈر منسوخ



پردیس میں عید

سنو......اے دیس کے لوگو

کہ یہ جو عید کا دن ہے

اگر پردیس میں آئے

نہ خوشیاں پاس ہوتی ہیں

نہ کوئی مسکراتا ہے

خوشی غم سے لپٹتی ہے

اُداسی مسکراتی ہے

سنو......اے دیس کے لوگو

تمھاری یاد آتی ہے

ہمیں پھر یاد آتی ہیں

سہانے دیس کی یادیں

وہ بچپن اور جوانی کے سہانے دن

نہ پوچھو کس طرح سے ہم

گھروں کی بات کرتے اور پھر آنسو چھپاتے ہیں

بجھے دل مسکراتے ہیں

سنو......اے دیس کے لوگو

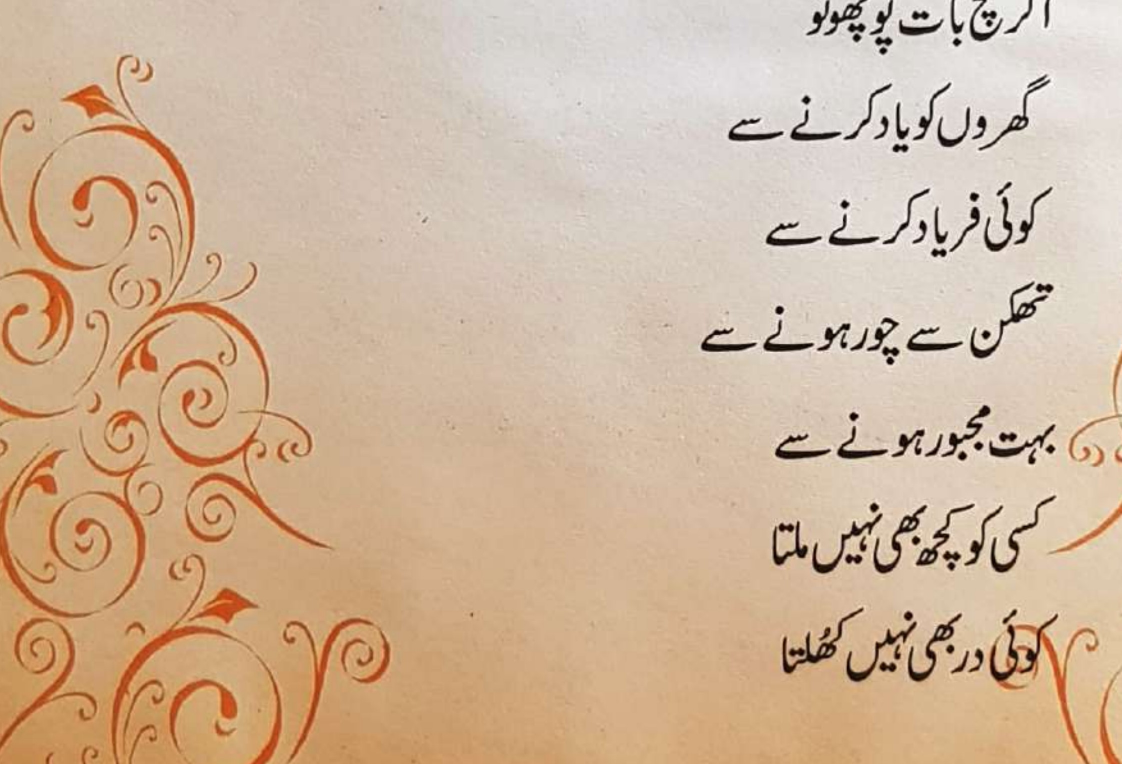
ہمیں شدت سے اپنا دورِ بچپن یاد آتا ہے
ہمیں ماؤں کی میٹھی میٹھی ممتا یاد آتی ہے

ہنساتی ہے رُلاتی ہے
تسلی کے لیے ہم ایک دوجے سے یہ کہتے ہیں
دنوں کی بات ہے ہم بھی وطن کو لوٹ جائیں گے
یقیناً عید اگلی اپنے اپنے گھر منائیں گے

سنو......اے دیس کے لوگو

اگر سچ بات پوچھو تو

گھروں کو یاد کرنے سے
کوئی فریاد کرنے سے
تھکن سے چور ہونے سے
بہت مجبور ہونے سے
کسی کو کچھ بھی نہیں ملتا
کوئی در بھی نہیں کھُلتا







دل کی حالت مرے چہرے سے کوئی جان نہ لے
میں ترے عشق میں ہوں شہر یہ پہچان نہ لے

بھول جانے کا تجھے کیسے میں وعدہ کر لوں
ہے محبت ہی مری آن ' مری آن نہ لے

صورتِ رخت یہی دل ہی تو ہے پاس مرے
میرا سامان یہی ہے مرا سامان نہ لے

اس محبت نے مجھے اور کیا ہے مشکل
اے زمانے تُو مجھے اتنا بھی آسان نہ لے

اُس سے کہتے ہو کہ کچھ روز بچھڑ دیکھتے ہیں
یار جاذبؔ وہ کہیں تیرا کہا مان نہ لے



سلیمان جاذبؔ کے بارے میں

سلیمان جاذبؔ متحدہ عرب امارات میں مقیم معروف شاعر، صحافی اور فعال شخصیت ہیں

عہدِ دار

بانی وصدر مُسفرہ انٹرنیشنل (ادبی وثقافتی تنظیم)

ایونٹ سیکرٹری پاکستان جرنلسٹس فورم یو اے ای (صحافتی تنظیم)

میڈیا سیکرٹری گلف اردو کونسل (ادبی تنظیم)

ممبر۔ پاکستان ایسوسی ایشن دبئی

ممبر۔ پاکستان سوشل سنٹر شارجہ

صحافت

ایڈیٹر ہفت روزہ اردو اخبار۔ یو اے ای

مدیر اعلیٰ آن لائن اردو ڈاٹ کام (ادبی ویب سائیٹ

www.OnlineUrdu.com

سی ای او مرچ مسالہ (انٹرٹینمنٹ ای۔ ٹی وی اینڈ فیشن میگزین)

www.MirchMasala.Tv

کتابیں

تیری خوشبو (شاعری)

سورج ڈوبا نہیں کرتے (فن وشخصیت)

قتلِ گل (تحقیق)

عشق قلندر کر دیتا ہے (شاعری)

تتلی دل پر اُترے گی (نظمیں) زیرِ طبع

Glittering Journey۔ (انگلش) زیرِ طبع

رابطہ

Email : sjazib@gmail.com

Mob: +971 55 6881577

Pak:+92 303 3333106

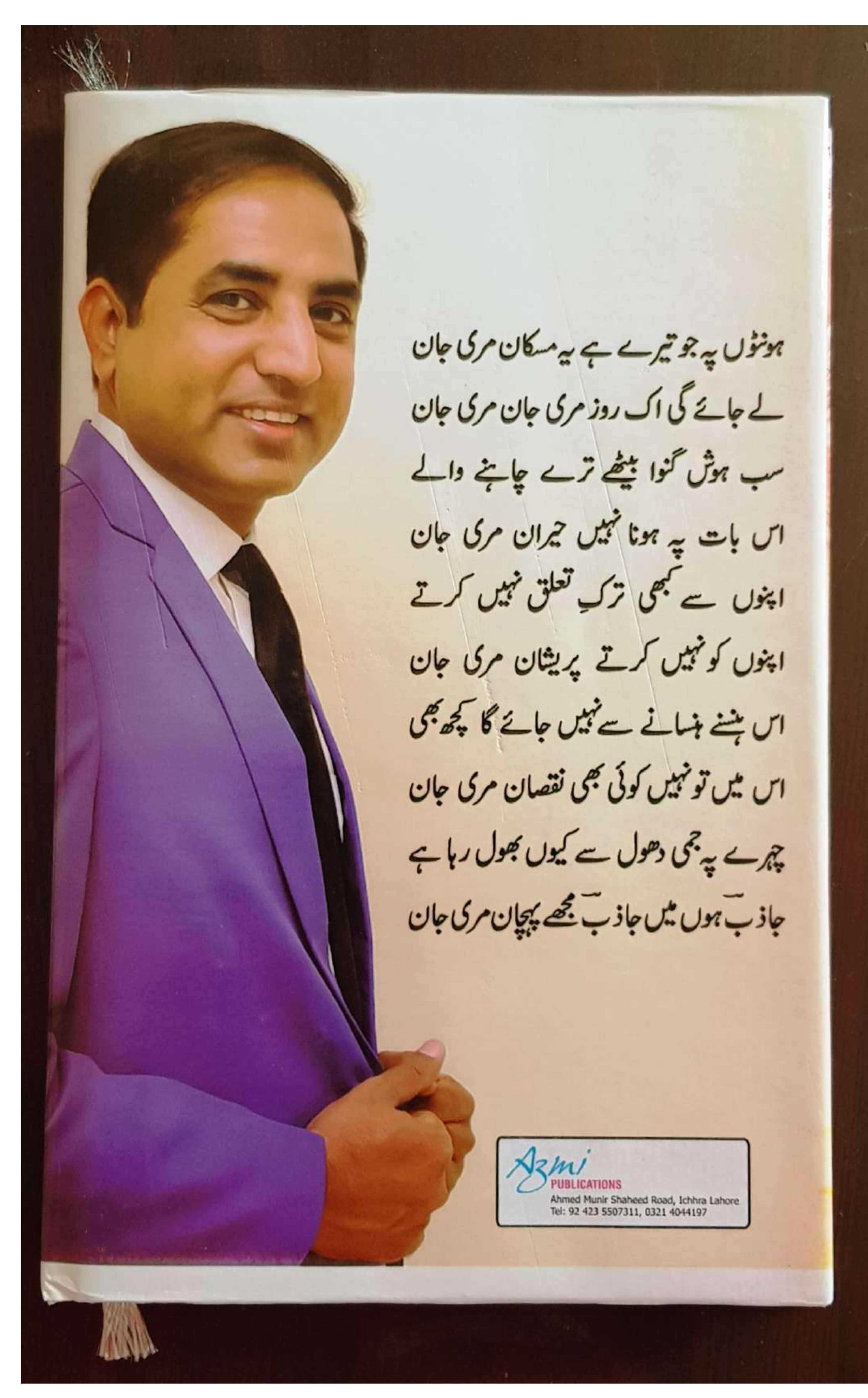
www.SulemanJazib.com

Fb.com/SulemanJazib

Twitter @SulemanJazib

insta #SulemanJazib

سُلیمان جاذب


ہونٹوں پہ جو تیرے ہے یہ مسکان مری جان
لے جائے گی اک روز مری جان مری جان
سب ہوش گنوا بیٹھے ترے چاہنے والے
اس بات پہ ہونا نہیں حیران مری جان
اپنوں سے کبھی ترکِ تعلق نہیں کرتے
اپنوں کو نہیں کرتے پریشان مری جان
اس ہنسنے ہنسانے سے نہیں جائے گا کچھ بھی
اس میں تو نہیں کوئی بھی نقصان مری جان
چہرے پہ جمی دھول سے کیوں بھول رہا ہے
جاذبؔ ہوں میں جاذبؔ مجھے پہچان مری جان
Azmi
PUBLICATIONS
Ahmed Munir Shaheed Road, Ichhra Lahore
Tel: 92 423 5507311, 0321 4044197